ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

جلد ۹، شمارہ ۱

افزائش آبادی:
انسانی ترقی کے لئے مضمرات

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

UNDP پاکستان

Schweizerische Eidgenossenschaft
Confédération suisse
Confederazione Svizzera
Confederaziun svizra

Swiss Agency for Development and Cooperation SDC

© UNDP Pakistan

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان، ملک میں اہم ترقیاتی مسائل اور مشکلات پر خیالات کے تبادلہ کے لئے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔اس کے ہر سہ ماہی شمارے میں ترقی سے متعلق ایک موضوع کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے عوامی بحث کی راہ ہموار کی جائے گی اور سوّل سوسائٹی، تدریسی حلقوں، حکومت اور ترقیاتی پارٹنرز کے مختلف نقطہ نظر پیش کئے جائیں گے۔ اس جریدے کے ذریعے ہونے والی بحث میں نوجوانوں اور خواتین کی آراء شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ تجزیوں اور رائے عامہ پر مبنی آرٹیکلز ترقی سے متعلق نئے خیالات پر بحث کو فروغ دیں گے اور اس کے لئے معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ تازہ ترین معلومات بھی پیش کریں گے۔

ایڈیٹوریل بورڈ

اگنیشیو ارتزا
ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو، قائمقام انچارج، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

حامد رضا آفریدی
پالیسی ایڈوائزر/ سفارتخانہ سوئٹزرلینڈ

شکیل احمد
اسسٹنٹ ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو/ چیف، ڈویلپمنٹ پالیسی یونٹ، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

عادل منصور
اسسٹنٹ ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو/ چیف، بحران کی روک تھام اور بحالی یونٹ
اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

قیصر اسحاق
اسسٹنٹ ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو/ چیف، جمہوری طرز حکمرانی یونٹ، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

امان اللہ خان
اسسٹنٹ ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو/ چیف انوائرمنٹ اینڈ کلائمیٹ چینج یونٹ
اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

عائشہ بابر
کمیونیکیشنز اینالسٹ، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

وضاحت

اس جریدے میں شامل ایڈیٹوریل بورڈ کے ارکان یا دیگر بیرونی افراد کی تحریروں میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں کہ اس ادارے کے خیالات کی عکاسی کرتے ہوں جن کے لئے وہ کام کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی آراء ایک ادارے کی حیثیت سے اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ کے خیالات کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ایڈیٹوریل ٹیم: ماہین حسن، عمر ملک

ڈیزائنر: حسنات احمد

پرنٹر: گل اعوان پرنٹرز، اسلام آباد

اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ
چوتھی منزل، سیرینا بزنس کمپلیکس،
خیابان سہروردی، سیکٹر G-5/1،
پی او بکس 1051، اسلام آباد، پاکستان

اپنی تحریریں اور جوابی آراء ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں: pak.communications@undp.org

ISBN: 978-969-8736-26-9

فہرست

مارچ ۲۰۱۹

تجزیئے

02 پاکستان میں افزائش آبادی کے محرکین

آراء

12 پاکستان میں حقوق اطفال پر افزائش آبادی کے اثرات

مہناز اکبر عزیز

15 انسانی ترقی کے لئے افزائش آبادی کے مضمرات

جی ایم عارف

18 خواتین کی بااختیار حیثیت اور آبادی کے رجحانات

ڈاکٹر یاسمین صبیح قاضی

20 پاکستان کی بڑھتی آبادی اور گھٹتے ہوئے قدرتی وسائل

زیبا ستھار

انٹرویو

22 لینا ماؤسا

ریپریزنٹیٹو
یو این ایف پی اے، پاکستان

25 شاہین عتیق الرحمان

سابق رکن، قائمہ کمیٹی برائے خواندگی و غیر رسمی بنیادی تعلیم
سابق رکن قائمہ کمیٹی برائے بہبود آبادی
سابق وزیر برائے سماجی بہبود و ترقی خواتین، حکومت پنجاب
چائلڈ کمشنر، محتسب اعلیٰ سیکریٹریٹ، وفاقی حکومت

27 احسان الحق

چیف ایگزیکٹو آفیسر
نیشنل ٹرسٹ فار پاپولیشن (این اے ٹی پی او ڈبلیو)

30 عذرا عزیز

ڈائریکٹر
ریسرچ، سروے اینڈ اویلیویشن، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز

نوجوانوں کی آواز

32 علیزہ صادق
دانیال شاہ
جبہ جمشید

33 شفیع اللہ
صالحہ سلیم
احمد صوفی

Follow us

/undppakistan
www.twitter.com/undp_pakistan
www.pk.undp.org

© UNDP Pakistan

اداریہ

پاکستان میں آبادی کا چیلنج

پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے۔ جس کی آبادی 2017 میں اندازاً 20 کروڑ 78 لاکھ تھی۔ افزائش آبادی کی شرح 2.40 فیصد ہے جو جنوبی ایشیا میں سب سے بلند ہے اور جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک کے عین برعکس ہے جہاں افزائش کی یہ شرح 1.0 سے 1.5 کے درمیان ہے۔ آزادی کے بعد 1951 میں پہلی مردم شماری کی گئی جس کے بعد اب تک پاکستان کی آبادی چھ گنا بڑھ چکی ہے۔ یہ بے تحاشا افزائش ملک کی سماجی و معاشی ترقی کے لئے بھی سنگین چیلنج پیدا کرتی ہے۔

آبادی کی بلند شرح افزائش کو کئی عوامل سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں مانع حمل طریقوں کے استعمال کی شرح جنوبی ایشیا میں سب سے کم ہے جو گزشتہ چند سالوں سے 35 فیصد کی شرح پر جمود کا شکار نظر آتی ہے۔ پاکستان میں ہر پانچویں شادی شدہ خاتون، اگر وہ حمل سے گریز کرنا چاہے، تو اسے خاندانی منصوبہ بندی کے موثر طریقوں تک رسائی نہیں مل پاتی اور یوں وہ بچوں کی تعداد اور ان کے درمیان وقفے کی منصوبہ بندی نہیں کر پاتی۔ مانع حمل طریقوں کے استعمال کی پست شرح میں فراہمی خدمات کے کمزور نظام، مارکیٹیں اور ثقافتی اقدار بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

1993 سے 1998 کے دوران پاکستان میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام پر کامیابی سے کام ہوا جس نے بارآوری کی شرح کم کرنے اور مانع حمل طریقوں کا استعمال بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس پروگرام کا سب سے اہم جزو یہ تھا کہ خواتین کو کمیونٹی کی سطح پر بنیادی حفظان صحت اور خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات فراہم کرنے کے لئے تربیت یافتہ لیڈی ہیلتھ ورکرز (ایل ایچ ڈبلیو) کو بھرتی کیا گیا۔ لیڈی ہیلتھ ورکرز نے خاندانی منصوبہ بندی کو غریب طبقات تک پہنچانے اور ان میں دستیاب طریقوں کے بارے میں شعور و آگاہی پیدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ تاہم 2000 کے بعد برسر اقتدار آنے والی حکومتوں کی توجہ خاندانی منصوبہ بندی پروگرام سے ہٹتی چلی گئی۔

ان حالات میں یہ امر حوصلہ افزاء ہے کہ آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی کو ایک بار پھر حکومت کے پالیسی ایجنڈا میں جگہ دی جا رہی ہے۔ وفاقی حکومت نے آبادی اور خاندانی منصوبہ پر ایک ٹاسک فورس تشکیل دی ہے جو افزائش آبادی کو قابو میں لانے کی حکمت عملی مرتب کرے گی اور اس پر عملدرآمد میں رہنمائی کا کام دے گی۔ وزیر اعظم کی سربراہی میں قائم اس ٹاسک فورس کے ارکان میں تمام صوبائی وزرائے اعلیٰ شامل ہیں اور یہ تین بنیادی اہداف پر کام کر رہی ہے: مانع حمل طریقوں کے استعمال کی شرح 55 فیصد تک بڑھانا، بارآوری کی شرح فی خاتون اوسطاً 3.6 بچوں کی پیدائش سے 2.1 تک کم کرنا اور افزائش آبادی کی شرح کو 1.5 فیصد تک کم کرنا۔ پاکستان میں اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی کے پیش نظر ٹاسک فورس میں وزرائے اعلیٰ کی شمولیت خاندانی منصوبہ بندی کے باہم مربوط اور جامع پروگرام پر عملدرآمد میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

اس سلسلے میں پاکستان دیگر مسلم ممالک سے بھی بہت کچھ سیکھ سکتا ہے جنہوں نے افزائش آبادی کو قابو میں لانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ ان میں بنگلہ دیش اور ایران خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بنگلہ دیش کی آبادی 1971 میں تقریباً سات کروڑ دس لاکھ تھی جبکہ پاکستان کی آبادی 1972 میں چھ کروڑ پچاس لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ آج بنگلہ دیش کی آبادی 16 کروڑ 47 لاکھ ہے اور سالانہ افزائش کی شرح 1 فیصد ہے۔ آزادی کے فوراً بعد بنگلہ دیش نے خاندانی منصوبہ بندی کے ایک کامیاب پروگرام کا آغاز کیا جس کا بنیادی پہلو یہ تھا کہ مانع حمل خدمات گھر کی دہلیز پر فراہم کرنے کے لئے تربیت یافتہ نوجوان خواتین کو بھرتی کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ خاندانی منصوبہ بندی کے دیہی کلینک قائم کئے گئے اور رابطہ و رسائی کے مختلف طریقوں سے بھرپور آگاہی پیدا کی گئی۔

ایران کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں بارآوری کی شرح میں کمی کی رفتار سب سے تیز رہی ہے۔ 1980 میں یہ شرح فی خاتون 6.5 بچوں کی پیدائش تھی اور 2017 میں کم ہو کر 1.6 پر آگئی۔ اسے ایک کامیاب پروگرام قرار دیا جاتا ہے جس کے تحت مذہبی اداروں اور معروف علماء کو ساتھ ملایا گیا، مفت مانع حمل طریقوں تک رسائی بڑھائی گئی، نئے شادی شدہ جوڑوں کو مشاورت فراہم کی گئی اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں آگاہی پیدا کی گئی۔

خاندانی منصوبہ بندی کے مذکورہ بالا پروگراموں میں طلب اور رسد دونوں محرکین پر کام کیا گیا۔ پاکستان کو بھی آبادی کو قابو میں لانے کے لئے ایک باہم مربوط لائحہ عمل پر کام کرنا چاہئے۔ رسد کی جانب ضرورت اس امر کی ہے کہ رابطہ و رسائی اور خدمات کے معیار کو بہتر بنایا جائے جبکہ طلب کی جانب خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات کے بارے میں آگاہی پیدا کی جائے اور لوگوں میں ان کی مانگ بڑھائی جائے۔ طلب اور رسد دونوں پر بھرپور کوششیں افزائش آبادی کی شرح کو مناسب حد تک لانے میں اہمیت کی حامل ہیں۔

آبادی کے چیلنج پر قابو پائے بغیر پاکستان کو ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس (ایچ ڈی آئی) پر اپنا رینک بہتر بنانے میں اسی طرح شدید مشکلات درپیش رہیں گی۔ ڈیٹا سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی ترقی یا ہیومن ڈویلپمنٹ میں تیز پیشرفت اور افزائش آبادی کی شرح میں کمی اکثر ایک ساتھ ہی واقع ہوتے ہیں۔ 1997 میں بنگلہ دیش جب ایچ ڈی آئی میں پاکستان سے آگے نکلا تو اس کی افزائش آبادی کی شرح پاکستان کی نسبت بہت کم تھی۔ 1990 سے 2000 کے دوران بنگلہ دیش کی آبادی میں افزائش 24 فیصد جبکہ پاکستان میں 32 فیصد رہی۔ زیادہ آبادی کی وجہ سے فراہمی خدمات کے نظام دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اور یوں خدمات کی رسائی کم ہو جاتی ہے۔

پاکستان کی آبادی میں ہر آٹھ سیکنڈ میں ایک نئے فرد کا اضافہ ہو رہا ہے اور یہی رفتار رہی تو ایک اندازے کے مطابق کل آبادی 2070 میں 35 کروڑ سے بھی تجاوز کر جائے گی۔ باہم مربوط، فوری اور بھرپور کوششوں کے بغیر پاکستان 2020 تک مانع حمل طریقوں کے استعمال کی شرح 55 فیصد تک بڑھانے کا ہدف پورا نہیں کر پائے گا جس کا وعدہ وہ 2017 کے خاندانی منصوبہ سربراہ اجلاس میں کر چکا ہے۔ ایک کلی سوچ اور لائحہ عمل کی ضرورت ہے جس میں صوبوں اور دیگر متعلقہ فریقوں کو ساتھ ملایا جائے اور اس کی بنیاد پر ایک عمدہ پالیسی تشکیل دی جائے اور عملدرآمد کی مکمل نگرانی کے انتظامات کئے جائیں۔ افزائش آبادی کی شرح میں کمی انسانی ترقی کے عمل کو تیز کرنے اور پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد کے حصول میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

تجزیے

پاکستان میں افزائش آبادی کے محرکین

نوٹ: مرکزی تجزیہ، پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس (پی آئی ڈی ای) کی ٹیم نے تحریر کیا ہے۔ ٹیم کے ارکان میں ڈاکٹر درنایاب (جوائنٹ ڈائریکٹر و ڈائریکٹر ریسرچ)، ڈاکٹر رضوان الحق (اسٹنٹ پروفیسر) اور ڈاکٹر صائمہ بشیر (سینئر ریسرچ ڈیموگرافر) شامل ہیں۔

پس منظر

پاکستان اس وقت متعدد مسائل سے دوچار ہے۔ ان میں پست انسانی سرمایہ، مالی مشکلات، ناقص معیار صحت، توانائی کی کمی، خوراک، پانی اور توانائی کے لحاظ سے عدم تحفظ، بالخصوص نوجوانوں میں بیروزگاری کی بلند شرح اور صنف، مذہب اور نسلی وابستگی سے جڑے خطرات شامل ہیں۔ یہ فرض کر لینا غلط نہ ہوگا کہ ان تمام مسائل کی جڑ، جسے اکثر نظرانداز کر دیا جاتا ہے، ملک کی زیادہ آبادی ہے جس میں پیہم بلند شرح سے اضافہ ہو رہا ہے۔

پاکستان میں آبادی کی منصوبہ بندی کا پروگرام خطے میں سب سے پرانا ہے لیکن اس کے باوجود پاکستان کی افزائش آبادی کی شرح خطے کے تقریباً سبھی ممالک اور دیگر مسلم ممالک کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ 2017 کے اعداد و شمار کے مطابق بنگلہ دیش میں افزائش آبادی کی شرح 1.05، ایران میں 1.15، سری لنکا میں 1.13 اور بھارت میں 1.13 ہے [1]۔ ان ممالک میں شرح افزائش جہاں ایک فیصد کے لگ بھگ ہے، وہیں پاکستان کی آبادی میں دو فیصد سالانہ کی شرح سے افزائش ہو رہی ہے [2]۔

درست سوچ یہی ہے کہ آبادی کی منصوبہ بندی پر ایک ٹھوس پروگرام وضع کیا جائے جس میں انسانی ترقی کو بنیادی حیثیت حاصل ہو اور صحت، تعلیم اور سب کی شمولیت پر توجہ مرکوز کی جائے۔ اس مسئلے کو ضروری اہمیت نہیں ملی، باوجود اس کے کہ پاکستان میں ہر چھ سیکنڈ میں ایک بچے کی پیدائش ہوتی ہے، ہر 22 سیکنڈ میں ایک فرد کا انتقال ہوتا ہے، ہر تین منٹ میں ایک ہجرت ہوتی ہے جس کا نقد اثر یہ ہے کہ ہر 8 سیکنڈ میں ایک فرد کا اضافہ ہوتا ہے۔ ان اعداد و شمار کی روشنی میں دن پورا ہونے پر ملکی آبادی میں 10,800 افراد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

پاکستان کی آبادی کا تفصیلی خاکہ

الف: آبادی کا حجم اور افزائش

آبادی کے حجم اور ڈھانچے پر بہترین تخمینے مردم شماری سے ہی اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ تاہم پاکستان میں اس کے تواتر میں خلل کے باعث یہ اس مقصد کے لئے کسی حد تک غیر موزوں رہ جاتی ہے۔

جدول 1: 1951 سے 2017 تک مردم شماری کے ادوار میں آبادی کا حجم اور افزائش

مردم شماری کا سال	آبادی (ملین میں)	مردم شماری کے ادوار کے درمیان اوسط سالانہ شرح افزائش (فیصد)
1951	33.78	-
1961	42.98	2.5
1972	65.31	3.7
1981	84.25	3.1
1998	133.35	2.7
2017*	207.77	2.4

ذریعہ: مردم شماری، پاکستان

نوٹ: * سے مراد عبوری نتائج

حالیہ مردم شماری 2017 میں کرائی گئی جو 19 سال کے وقفے سے ہوئی اور دو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس کے حتمی تخمینے سامنے آنا باقی ہیں۔ مردم شماری کے عبوری نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابقہ مردم شماری (جو 1998 میں ہوئی) کے بعد سے آبادی کے بارے میں جو اندازے لگائے جاتے رہے ان میں بارآوری اور افزائش کی شرح کے مفروضے ملک کی اصل شرح سے کم تھے۔ جدول 1 میں قیام پاکستان سے اب تک منعقد کئے گئے مردم شماری کے چھ ادوار کے نتائج پیش کئے گئے ہیں۔

مردم شماری کے دو ادوار کے درمیان بلند سالانہ شرح افزائش سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک کی آبادی میں افزائش کا زور کس طرح برقرار ہے اور آنے والے سالوں میں بھی برقرار رہے گا۔

پچاس سال کے عرصے میں توقع ہے کہ پاکستان کی آبادی کا حجم 350 ملین سے بھی تجاوز کر جائے گا (شکل A-1)۔ مزید برآں، شرح افزائش، جس میں بہرحال کمی کا رجحان دکھائی دیتا ہے، 2050 میں 1 فیصد سالانہ

شکل 1: پاکستان میں آبادی کا حجم اور افزائش: 1970 تا 2070

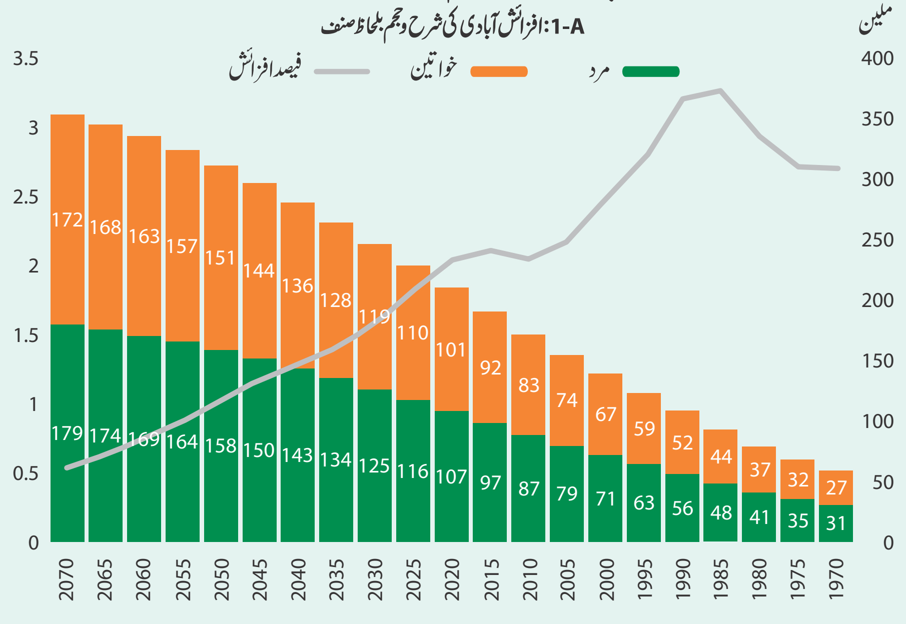

ذریعہ: عالمی آبادی کے امکانات، اقوام متحدہ، 2017 میں کی گئی نظر ثانی۔

1 عالمی بینک کا ترقیاتی اشاریوں کا ڈیٹا بیس۔

2 کسی بھی سال میں افزائش آبادی کی سالانہ شرح گزشتہ سال سے آئندہ سال تک کے وسط سال کی افزائش آبادی کی توضیحی شرح ہے جو فیصد کے طور پر ظاہر کی گئی ہے۔ آبادی کے لئے آبادی کی اصل تعریف کو بنیاد بنایا گیا ہے جس میں تمام باشندوں کو ان کی قانونی حیثیت یا شہریت سے قطع نظر شمار کیا جاتا ہے۔

شکل 1: پاکستان میں آبادی کا حجم اور افزائش: 1970 تا 2070

1-B: خام شرح پیدائش و اموات اور قدرتی اضافہ کی شرح

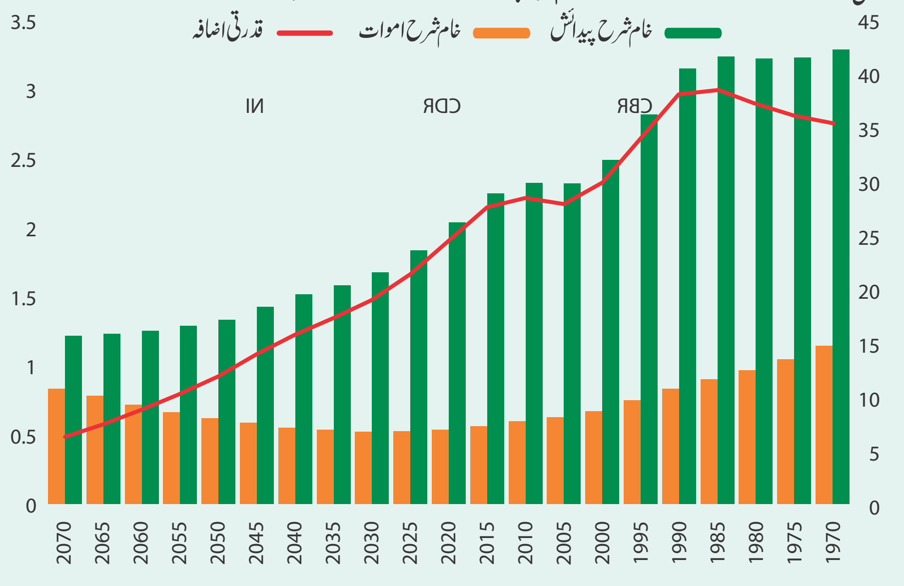

ذریعہ: عالمی آبادی کے امکانات، اقوام متحدہ، 2017 میں کی گئی نظر ثانی۔

تک نہیں پہنچ پائے گی۔ اتنی زیادہ آبادی بارآوری کی مسلسل بلند شرح اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے زور کا نتیجہ ہے۔

شکل 1-B میں خام شرح پیدائش اور خام شرح اموات (سی بی آر اور سی ڈی آر) کے ساتھ ساتھ ملک کی آبادی میں قدرتی اضافہ (این آئی) کی شرح دی گئی ہے۔ رجحانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2070 میں بھی خام شرح پیدائش ایک ہزار افراد پر 15 سے بھی زائد بچوں کی پیدائش ہے۔ 2030 کے بعد خام شرح اموات بڑھنے سے قدرتی اضافہ کی شرح کم ہو جائے گی جو ایک ہزار افراد پر 7 سے زائد اموات ہو سکتی ہے۔

ب: آبادی کی ترکیب: عمر اور صنف کا ڈھانچہ

آبادی کا حجم جہاں ملک کے مختلف محرکین میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے وہیں اس کا ڈھانچہ بھی ملک اور اس کے تمام شعبوں سے متعلق پالیسی تشکیل کے لئے اہم مضمرات کا حامل ہے۔ کسی بھی آبادی کے عمر اور صنف کے ڈھانچے کی وضاحت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے مخروطی شکل میں پیش کیا جائے۔ سال 2000 تک پاکستان کی آبادی کلاسیکی مخروطی شکل میں ظاہر ہوتی تھی جس کی وسیع بنیاد اس بات کی عکاسی کرتی تھی کہ ملک میں بارآوری کی سطح بلند ہے (شکل 2)۔ 30 سال کے اندر (1970 سے 2000) صفر سے چار سال تک عمر کی آبادی تقریباً دوگنا اضافے کے ساتھ ایک کروڑ سے دو کروڑ تک پہنچ گئی۔ ان اعداد وشمار سے جو زور پیدا ہوا اس کا اندازہ اگلی دو مخروطی اشکال سے بخوبی ہو جاتا ہے (2030 اور 2070) جن میں یہ بنیاد بیلن نما (Cylindrical) شکل اختیار کرنے لگتی ہے اور تعداد بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

عمر اور صنف کا یہ ڈھانچہ صحت، تعلیم اور روزگار کے اشاریوں کے لئے بھی مضمرات کا حامل ہے۔ آبادی کے اس تغیراتی عمل[3] سے حاصل ہونے والے آبادیاتی ثمرات کا تمام تر آئیڈیا عمر اور صنف کے ڈھانچے میں تبدیلیوں سے پیدا ہونے والے محرکین سے ابھر کر سامنے آتا ہے۔

شکل 2: پاکستان میں عمر و صنف کا ڈھانچہ: 1970، 2000، 2030 اور 2070

ذریعہ: عالمی آبادی کے امکانات، اقوام متحدہ، 2017 میں کی گئی نظر ثانی۔

3 آبادیاتی ثمرات وہ ممکنہ معاشی ثمرات ہیں جو آبادیاتی تغیر کے دوران آبادی کے عمر کے ڈھانچے میں تبدیلی سے اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب کام کرنے کی عمر کی آبادی بڑھ جاتی ہے اور ان پر انحصار کرنے والوں کی آبادی کم ہو جاتی ہے۔ نقد اثر یہ ہوتا ہے کہ افرادی قوت کی شرح افزائش کل آبادی کی شرح افزائش سے تجاوز کر جاتی ہے۔ تعریف کا ماخذ: نایاب، ڈی (2006) Demographic Dividend or Threat in Pakistan?۔ پاکستان ڈویلپمنٹ ریویو۔

شکل 3: آبادی کا حجم وتناسب بلحاظ عمر: 1970 تا 2070

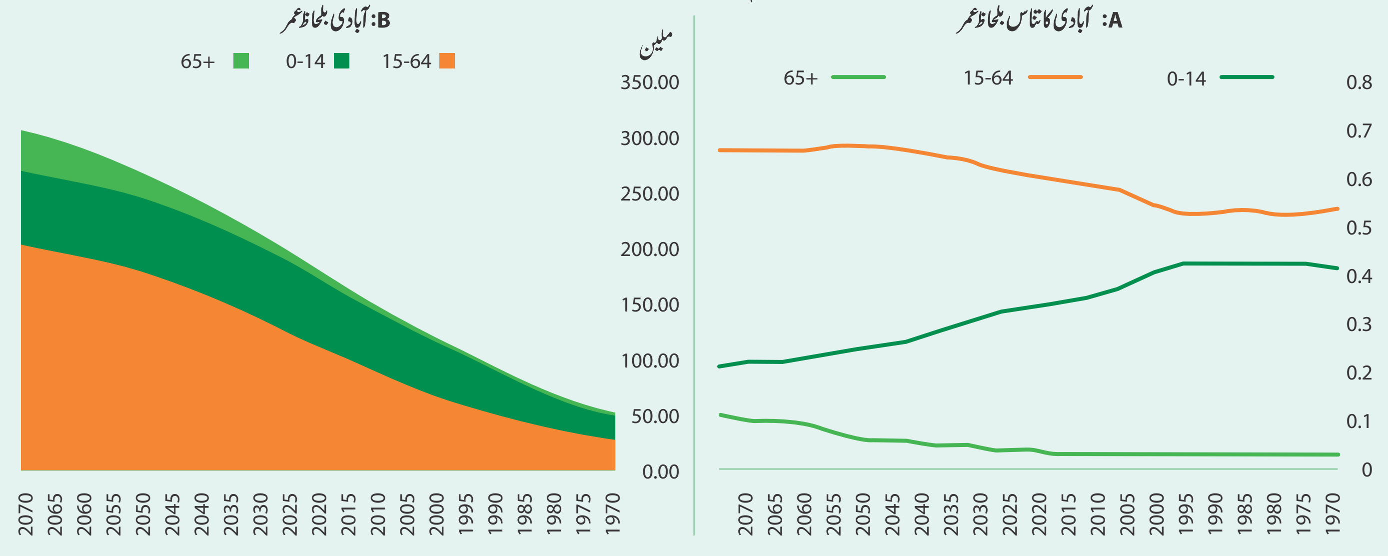

ذریعہ: عالمی آبادی کے امکانات، اقوام متحدہ، 2017 میں کی گئی نظرِ ثانی۔

آبادیاتی تغیر کا عمل پاکستان میں 1990 کی دہائی میں شروع ہوا اور اب وقت ہے کہ پاکستان تغیر کے اس پیچیدہ مرحلے میں اس کے ثمرات سے فائدہ اٹھائے۔

مختلف عمروں کے اپنے اپنے مضمرات ہوتے ہیں اور جائزے کے تقاضوں کے مطابق ان کے مختلف طریقوں سے گروپ بنائے جا سکتے ہیں۔ البتہ تین گروپ ایسے ہیں جو سب سے زیادہ استعمال ہوتے ہیں کیونکہ وہ آبادی کے محرکین کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ گروپ ہیں: صفر سے چودہ سال (کم عمر)، پندرہ سے چونسٹھ سال (کام کرنے کی عمر کے افراد)، اور پینسٹھ سال اور زائد عمر (عمر رسیدہ افراد)۔[4]

آبادیاتی ثمرات کے تصور میں بھی انہی تین گروپوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جو اس تمہید پر مبنی ہے کہ معاشی ثمرات اسی وقت حاصل کئے جا سکتے ہیں جب پندرہ سے چونسٹھ سال عمر والا گروپ دیگر دونوں گروپوں (صفر تا چودہ اور پینسٹھ اور زائد) کے مجموعے سے بڑا ہو، جس سے انحصار کی شرح کم ہو جاتی ہے۔

شکل 3 میں 1970 سے 2070 کے دوران پاکستان میں عمر کے ان گروپوں کے حجم کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ صفر سے چودہ سال عمر کا گروپ وقت کے ساتھ کم ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس عمر رسیدہ اور کام کرنے کی عمر کے افراد کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ پندرہ سے چونسٹھ سال عمر کے گروپ میں افراد کی تعداد سب سے زیادہ ہے (شکل 3B)۔ صفر تا چودہ کے گروپ میں اگرچہ تناسب کم ہو رہا ہے لیکن آبادی کی بازگشت کے باعث شروع میں اضافہ ہونے کے بعد اس کی تعداد میں تقریباً ٹھہراؤ آ جاتا ہے (شکل 3B)۔ عمر رسیدہ افراد کے تناسب اور تعداد میں پیہم اضافے کا رجحان دیکھنے کو ملتا ہے (شکل 3A اور 3B)۔

جدول 2: شیرخوار بچوں کی شرح اموات (1,000 زندہ بچوں کی پیدائش پر) (بمطابق 2017)

ملک	شرح اموات
بنگلہ دیش	26.9%
سری لنکا	7.5%
بھارت	32.0%
نیپال	27.8%
پاکستان	61.2%

ذریعہ: ورلڈ بینک ڈیٹا بینک

شیرخوار بچوں کی شرح اموات (آئی ایم آر) کسی بھی آبادی کی ترقی کی مجموعی کیفیت کا اندازہ لگانے کے لئے بہترین اشاریہ ہے۔ البتہ اس معاملے میں پاکستان کی کارکردگی اتنی اچھی نہیں ہے۔ پاکستان میں شیرخوار بچوں کی شرح اموات جنوبی ایشیا میں سب سے زیادہ ہے (جدول 2)۔

تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقت کے ساتھ اس میں کوئی بہتری نہیں آئی۔ شیرخوار بچوں کی شرح اموات میں یقیناً کمی آئی ہے جو 1970 میں ایک ہزار زندہ بچوں کی پیدائش پر 139 تھی اور اس وقت یہ شرح 60 ہے لیکن پھر بھی ہر معیار کے لحاظ سے بلند ہے (شکل 4)۔ 2070 میں اندازہ ہے کہ 1000 زندہ بچوں کی پیدائش پر شیرخوار بچوں کی اموات کا تناسب 29 ہو جائے گا۔ ان تمام سالوں کے دوران مذکر شیرخوار بچوں کی شرح اموات مونث کے مقابلے میں زیادہ رہی ہے کیونکہ مونث شیرخوار بچوں کے زندہ رہنے کے امکانات جینیاتی طور پر[5] زیادہ ہوتے ہیں (شکل 4)۔

شکل 4: شیرخوار بچوں کی شرح اموات بلحاظ صنف: 1970 تا 2070

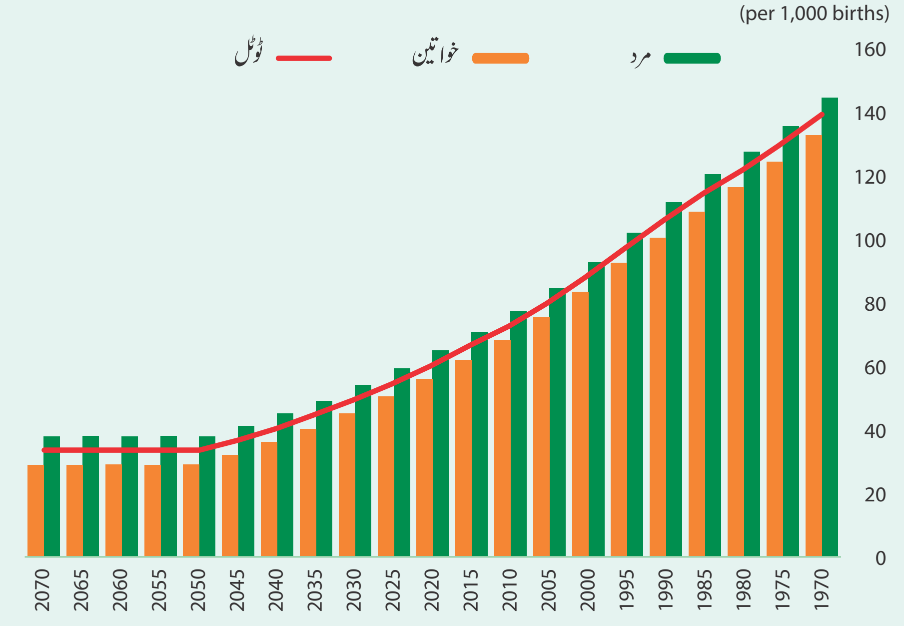

ذریعہ: عالمی آبادی کے امکانات، اقوام متحدہ، 2017 میں کی گئی نظرِ ثانی۔

ج: شرح اموات کے رجحانات

4 دیگر اہم کیٹیگریز میں صفر تا بارہ ماہ (شیرخوار بچے)، صفر تا چار سال (بچے)، پندرہ تا چوبیس یا انتیس سال (بلوغت کی عمر کے افراد) اور پندرہ سے انچاس سال عمر (تولیدی عمر) کی خواتین شامل ہیں۔ ہر کیٹیگری کی اپنی اپنی مخصوص ضروریات ہیں۔

5 متوقع عرصہ حیات کسی بھی آبادی میں شرح اموات کی سطح کے لئے اچھا اشاریہ ہے لیکن شیرخوار بچوں کی شرح اموات یا آئی ایم آر چونکہ اس کا تخمینہ لگانے کی کارروائی کا حصہ ہے اس لئے یہاں اسی کو پیش کرنا کافی ہوگا۔ حوالے کے لئے پاکستان میں متوقع عرصہ حیات میں 1970 سے اب تک 15 سال کی بہتری آئی ہے اور خواتین کا عرصہ حیات مردوں کے مقابلے میں معمولی سا زیادہ ہے۔

شکل 5: عمر کے لحاظ سے شرح اموات: 1970 تا 2070

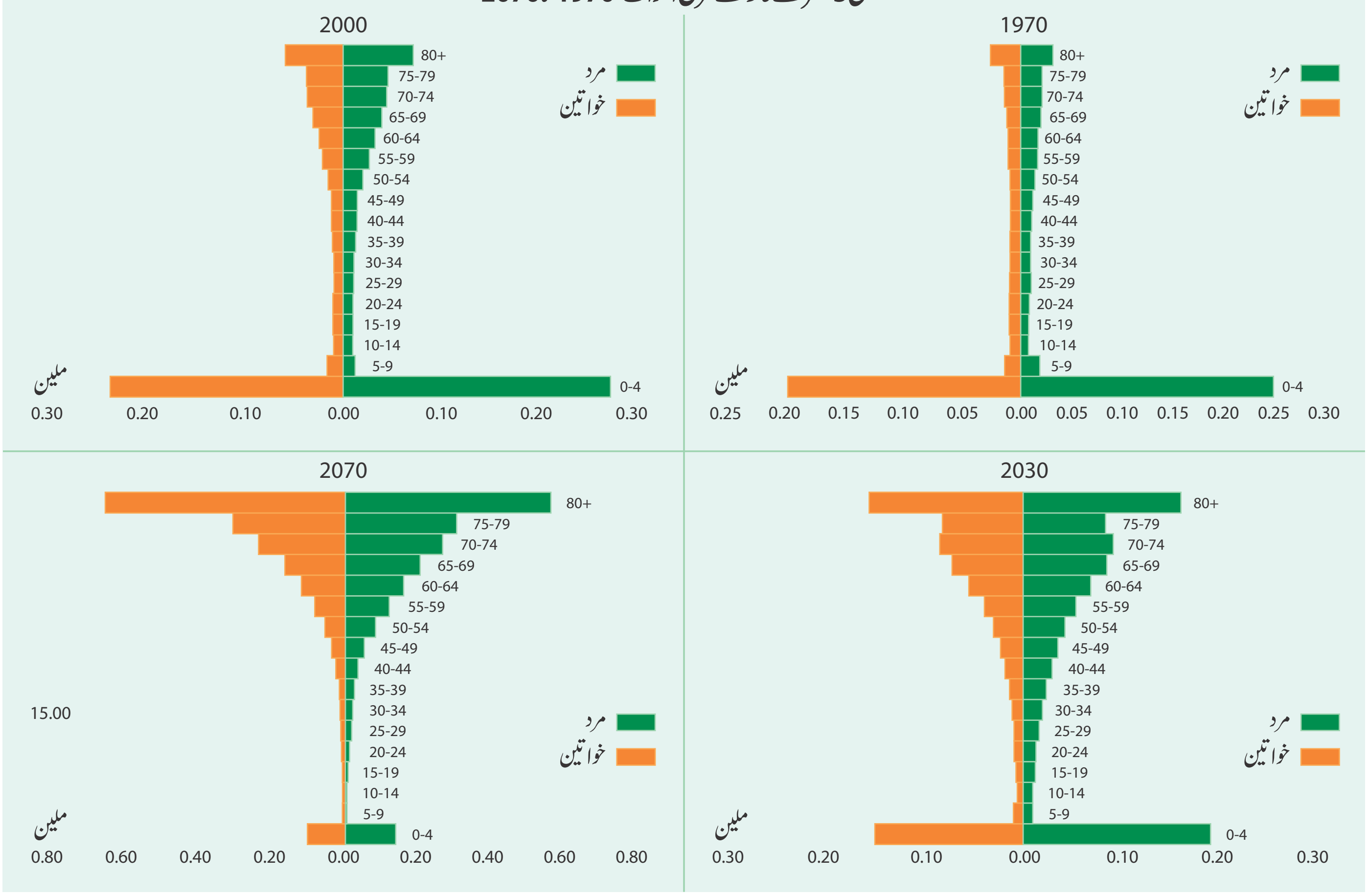

ذریعہ: عالمی آبادی کے امکانات، اقوام متحدہ، 2017 میں کی گئی نظر ثانی۔

ہر عمر میں زندہ رہنے کے امکانات مختلف ہوتے ہیں اور حسب توقع شیر خوار بچوں اور عمر رسیدہ افراد میں اموات کی شرح بلند ہوتی ہے۔ لہٰذا، بحیثیت مجموعی شرح اموات کا انحصار آبادی کے عمر کے ڈھانچے پر ہوتا ہے۔ کسی بھی آبادی کی ترکیب میں نوجوان اور عمر رسیدہ افراد کی تعداد جتنی زیادہ ہو گی شرح اموات اتنی بلند ہو گی۔ شکل 5 میں گزشتہ سالوں کے دوران پاکستان میں عمر پر مبنی شرح اموات صنف کے لحاظ سے دی گئی ہے۔ شرح اموات کے ان رجحانات کو عمر کے ڈھانچے کے ساتھ جوڑیں (جو شکل 2 میں پیش کیا گیا ہے) تو شیر خوار بچوں اور عمر رسیدہ افراد سے متعلق آبادی کی شرح اموات کے درمیان ایک واضح تعلق دکھائی دیتا ہے۔

پاکستان کی آبادی پالیسیاں

کسی بھی زوردار پالیسی کا نقطہ آغاز یہی ہے کہ مسئلے کے بنیادی تصورات اور اس سے جڑے اسباب کو واضح اور ٹھوس انداز میں سمجھا جائے جس میں آبادی سے متعلق اسباب بھی شامل ہیں۔ اس کی افادیت کی ایک بنیادی شرط ہے پختہ سیاسی عزم جو تبھی ممکن ہے کہ اس پر وسیع پیمانے کی قومی بحث کا اہتمام کیا جائے جس کی مثالیں ہمیں دیگر علاقائی اور مسلم ممالک بشمول ایران، بھارت، انڈونیشیا، مصر اور بنگلہ دیش میں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ پاکستان میں ایسی کوئی بحث ابھی ہونا باقی ہے جس سے ایک ایسی آبادی پالیسی کی راہ ہموار ہو سکے جو ملک کی ترقیاتی بحث سے جڑی ہو۔

آبادی سے جڑے مسائل کی نوعیت وسیع ہے جن میں اس کے حجم، افزائش، تقسیم اور عمر کے ڈھانچے سے لے کر بار آوری کی شرح، خاندانی منصوبہ بندی اور تولیدی صحت تک ہر طرح کے امور شامل ہیں۔ آبادی اور ترقی کا ایک اور اہم پہلو صحت اور شرح اموات ہے جس میں نہ صرف وبائی اور وقت کے ساتھ بگڑنے والی بیماریوں پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے بلکہ فرد کے طرز زندگی سے جڑے صحت کے مسائل پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ پاکستان کی آبادی پالیسی کی بحث میں نظر انداز کیا جانے والا ایک شعبہ شہری پھیلاؤ اور داخلی انضمام ہے اور ملک میں مکانی تقسیم کے مسائل پر یکسر کوئی پالیسی موجود نہیں۔

پاکستان کے خاندانی منصوبہ بندی پروگرام پر 1950 کی دہائی میں کام شروع ہوا اور اس دوران بالخصوص 1970 سے 1990 کے درمیان پروگراموں میں کئی تبدیلیاں آئیں۔ اداروں کی سطح پر کمزور یادداشت اور مختلف نظریاتی وابستگیوں کے باعث ہر نئی حکومت نے اپنے فہم و یقین کے مطابق اس پروگرام کی تشکیل نو کی۔ 1990 کی دہائی میں مضبوط سیاسی عزم کی بدولت اس پروگرام کو پائیداری ملی جس کے نتیجے میں آبادی کے بعض بنیادی پہلوؤں میں نمایاں بہتری آئی مثلاً بار آوری کی شرح کم ہوئی اور مانع حمل طریقوں کے استعمال میں بہتری آئی۔ بعد ازاں، کمزور عملدرآمد، مختلف شعبوں کے درمیان کوآرڈینیشن کی کمی اور نامناسب توجہ کے باعث یہ پروگرام جس میں 1990 کی دہائی کے اوائل میں زور پیدا ہو گیا تھا، اس کے ثمرات سے مستفید نہ ہو پایا۔

جدول 3 میں ایک خلاصہ پیش کیا گیا ہے کہ حکومت پاکستان کی جانب سے ملکی امور کے تمام شعبوں کو چلانے کے لئے وضع کئے گئے مدت وار پنجسالہ منصوبوں میں آبادی کی منصوبہ بندی کے مسئلے پر کیا سوچ اختیار کی جاتی رہی۔ آبادی سے متعلق پالیسیوں کے بغور جائزہ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بحث زیادہ تر آبادی کو کنٹرول کرنے تک محدود رہی۔ ترقی کی بحث میں خاندانی منصوبہ بندی کے تنگ نظری پر مبنی نقطہ نظر سے بات نہیں بنتی بلکہ افزائش آبادی اور معاشی ترقی پر ایک وسیع نقطہ نظر اپنانا بہتر رہتا ہے۔ آبادی کے کنٹرول پر براہ راست توجہ مرکوز کرنے کے بجائے مختلف سماجی و ثقافتی اور مذہبی عوامل کے ذریعے چھوٹے خاندان کی ترغیب اور مانگ بڑھائی جا سکتی ہے جس میں ایک واضح مقصد کے تحت شعور و آگاہی اور ایڈووکیسی کی سرگرمیاں کی جاتی ہیں۔

1994 میں آبادی اور ترقی پر بین الاقوامی کانفرنس میں بھی اسی بات کی وکالت کی گئی کہ خاندانی منصوبہ بندی کو محض پیدائش پر کنٹرول کے تنگ نظری پر مبنی وژن کے طور پر نہیں بلکہ ترقی کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے۔ اس کانفرنس سے پہلے بھی 1990 میں ساؤتھ کمیشن کی جانب سے اس مسئلے پر درج ذیل الفاظ میں زور دیا گیا:

''خاندانی منصوبہ بندی کے اقدامات جہاں واقعی ضروری ہیں، وہیں سلامتی اور رہن سہن کے معیار میں بہتری کے ساتھ یہ زیادہ موثر رہتے ہیں۔ غربت کا خاتمہ لازم ہے، کیونکہ تب جا کر ہی وہ حالات پیدا کئے جا سکتے ہیں جن میں لوگ چھوٹے خاندان کی خوبیوں کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں''۔ [6]

6 پی آئی ڈی ای، فخری اے صدیقی، Importance of a Population Policy in Pakistan۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://pide.org.pk/psde/pdf/Lectures/Mahboob-ul-Haq-Lecture/Mehboob-ul-haq-lecture-2001.pdf

جدول 3: پاکستان کے قومی ترقیاتی منصوبوں میں آبادی پالیسیاں، 1955-2018

	آبادی پالیسیاں	1955 to 1960	1960 to 1965	1965 to 1970	1970 to 1978	1978 to 1983	1983 to 1988	1988 to 1993	1993 to 1998	1998 to 2003	2013 to 2018*
		پنجسالہ منصوبے									
1	آبادیاتی وجوہ کی بناء پر خاندانی منصوبہ بندی میں معاونت	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
2	خاندانی منصوبہ بندی کا صحت کی خدمات میں انضمام	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
3	افزائش آبادی کے اہداف	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
4	خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات کی فراہمی	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
5	سماجی واقتصادی ترقی اور بارآوری کی شرح میں کمی	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
6	خاندانی منصوبہ بندی کی تائید کرنے والوں کے اہداف	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
7	خاندانی منصوبہ بندی پر شعور وآگاہی	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
8	آبادی پر شعور وآگاہی	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✗
9	بارآوری کی شرح کم کرنے کے لئے شادی میں تاخیر	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
10	خاندانی منصوبہ بندی کی معلومات کے لئے ذرائع ابلاغ کا استعمال	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✗
11	چھوٹے خاندانوں کے لئے ترغیب کی سکیمیں	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
12	اسقاط حمل پر پالیسیاں	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
13	خاندانی منصوبہ بندی کی مراعات	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗
14	خواتین کی بہتر حیثیت اور بارآوری کی شرح میں کمی	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
15	آبادی پر جامع حکمت عملی	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓

نوٹ: *پنجسالہ منصوبوں کی تیاری کا عمل چند سال بند رہا (2003-2013) اور اس کی جگہ مختلف منصوبے/ فریم ورک پیش کیے جاتے رہے۔

1994 میں ڈاکٹر محبوب الحق نے بھی اسی بات کی وکالت کی تھی کہ: ''افزائش آبادی طب کا نہیں بلکہ ترقی کا معاملہ ہے۔ آج کوئی اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ ترقی پذیر دنیا میں افزائش آبادی کی بلند شرح میں کمی کو اولین ترجیح دینا لازم ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کو پائیدار انسانی ترقی کے نئے ماڈلز کا لازمی جزو بنانا ہوگا۔ اسے ترقی کے ان ماڈلز سے الگ تھلگ رکھا گیا اور محض پوری نہ ہونے والی مانگ پوری کرنے کے جذبے سے لبریز کنڈوم تقسیم کرنے کے پروگراموں پر کام کیا جاتا رہا تو یہ ناکام ہی ہوں گے... اب ہم غربت کو تو کنڈوم پہنانے سے رہے''۔ [7]

پاکستان کی آبادی پالیسیوں کو ابھی بھی صحیح معنوں میں موثر بنانے کے لئے ایک کلی سوچ اپنانے کی ضرورت ہے۔ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے باعث اس مسئلے نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا جب وفاق کے کنٹرول میں کام کرنے والا بہبود آبادی پروگرام صوبوں کو منتقل کر دیا گیا اور اب آبادی پالیسی کی تشکیل صوبائی حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان کی آبادی پالیسی میں صرف آبادی کے کنٹرول اور خاندانی منصوبہ بندی پر زور دیا جاتا رہا اور اب پنجاب، خیبر پختونخواہ اور سندھ میں جو تین آبادی پالیسیاں وضع کی گئی ہیں ان میں ابھی تک وہی اشارے استعمال کئے جا رہے ہیں اور تمام دیگر متعلقہ امور کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ بلوچستان حکومت کی جانب سے اپنی پالیسی دستاویز کی پیشکش ابھی باقی ہے۔

ملک میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں میں زیادہ تر آبادی کو محدود کرنے پر زور دیا جاتا رہا ہے اور اسی بناء پر یہ معاشرے کے بعض طبقات تک نہ پہنچ پائے۔ حالیہ عرصے کے دوران یہ ادراک دیکھنے میں آیا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی میں مردوں کے کردار کو بھی برابر اہمیت دی جا رہی ہے۔ پیدائش پر کنٹرول کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے مذہبی رہنماؤں کو ساتھ ملا کر رابطہ و رسائی اور مشورہ و رہنمائی کی سرگرمیاں کی جا رہی ہیں۔ ایک ایسی کلی سوچ جس میں آبادی سے متعلق تمام امور کو یکجا کر دیا جائے، بنیادی شرط ہے جس میں آبادی سے جڑی پالیسیوں کا بنیادی تصور ترقی کے نقطہ نظر پر مبنی ہو۔

پاکستان متعدد بین الاقوامی معاہدوں پر دستخط کر چکا ہے اور پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد کو بھی قومی مقاصد کے طور پر اپنا لیا گیا ہے، لہٰذا اس ناطے سے ملک پر یہ ہمہ گیر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر طرح کی محرومیوں کے خاتمے اور شہریوں کی فلاح کے فروغ کے لئے کام کرے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تولیدی صحت کی نگہداشت اور خاندانی منصوبہ بندی کو محض پیدائش پر کنٹرول کے تنگ نظری پر مبنی زاویے سے دیکھنے کے بجائے انسانی حقوق پر مبنی وسیع تر سیاق وسباق میں یہ خدمات تمام شہریوں کو فراہم کی جائیں۔

علاقائی موازنے

پاکستان میں آبادی کے تغیر کا عمل 1990 کی دہائی سے شروع ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود آج بھی ملک کو آبادی کے سنگین مسائل کا سامنا ہے۔ ترقی کی دیگر سرگرمیوں (یعنی غربت، تعلیم، صنفی عدم مساوات، صحت اور غذائیت کے معیارات وغیرہ) پر آبادی کے منفی اثرات بالکل عیاں

7 ایضاً

جدول 4: منتخب ممالک کے آبادیاتی اشاریے

	کل آبادی (000)	2050 میں اندازاً آبادی (000)	خام شرح پیدائش فی ہزار	خام شرح اموات فی ہزار	سالانہ شرح افزائش
بنگلہ دیش	169,775	201,927	18.5	5.3	1.04
بھارت	1,383,198	1,658,978	18.7	7.4	1.1
ایران	83,587	93,553	15.6	4.5	1.04
پاکستان	208,362	306,940	27.4	7.2	1.91

ذریعہ: عالمی آبادی کے امکانات، اقوام متحدہ، 2017 میں کی گئی نظر ثانی۔

ہیں۔ لہٰذا یہ ضرورت بھی اتنی ہی عیاں ہے کہ ایک نئے وژن کے ساتھ آبادی کی موثر پالیسی اپنائی جائے۔ موثر پالیسی کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ یہ افزائش آبادی کا تعین کرنے والے کلیدی محرکین کی تفصیلی سمجھ بوجھ پر مبنی ہو۔

حالیہ عملی شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ معاشی، سماجی، ثقافتی، مذہبی اور ادارہ جاتی عوامل کا مجموعہ ہی خاندان کے مطلوبہ حجم کا تعین کرنے والے اہم عوامل میں شمار ہوتا ہے۔ غربت، تعلیم، صنفی برابری اور صحت کی خدمات بھی برابر اہم ہیں جن کا پیچیدہ باہمی تعلق خاندان کے حجم اور افزائش آبادی پر اپنا اثر دکھاتا ہے۔

چار ممالک جن کے سماجی وثقافتی اور / یا مذہبی حالات پاکستان سے ملتے جلتے ہیں، کے علاقائی موازنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خام شرح پیدائش ہو یا افزائش آبادی کی شرح، پاکستان کا معاملہ ان سب سے الگ ہے (جدول 4)۔

بارآوری کی کل شرح کے اعتبار سے دیگر ممالک نے نمایاں کمی دکھائی ہے جو فی خاتون تقریباً 2 بچوں تک آ گئی ہے جبکہ ایران میں یہ فی خاتون 1.6 بچے کی سب سے کم سطح پر آ چکی ہے۔ بارآوری کی شرح کے معاملے میں پاکستان سب سے آگے دکھائی دیتا ہے (شکل 6)۔

اس علاقائی موازنے سے کئی سبق حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ پہلا، اصل شعبہ جس کو ہدف بنانے کی ضرورت ہے، وہ ہے غیر ارادی حمل کی شرح میں کمی۔ مانگ کی طرف دیکھیں تو شرح افزائش کم کرنے میں بڑی رکاوٹ بڑے خاندانوں کی مانگ یا خواہش ہے۔ پاکستان کے آبادی وصحت سروے (پی ڈی ایچ ایس)، 18-2017، سے یہ شواہد ملتے ہیں کہ پاکستان میں خاندان کا پسندیدہ حجم آج بھی چار بچے ہے۔

بنگلہ دیش اور ایران سے بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔ بنگلہ دیش کا مضبوط خاندانی منصوبہ بندی پروگرام بارآوری کی شرح کم کرنے میں موثر رہا۔ اس کے تحت ایسی خواتین کو گھر گھر مانع حمل سہولیات فراہم کی گئیں جو روایتی طور پر پردے میں رہتی تھیں۔ خواتین ہیلتھ ورکرز، جو اس پروگرام کا حصہ ہیں، کو خاص طور پر اس مقصد کے لئے بھرتی کیا گیا اور انہیں تربیت دی گئی۔ اس پروگرام کی کامیابی سے بنگلہ دیش میں مانع حمل طریقوں کے استعمال میں نمایاں اضافہ ہوا جو 1975 میں 8 فیصد تھا اور 2011 میں 61 فیصد سے بھی تجاوز کر گیا۔ علاوہ ازیں، حکومت نے افزائش آبادی کو روکنے کے لئے فعال طریقے سے کام کیا۔ اس سلسلے میں متعدد پروگراموں پر بیک وقت کام کیا گیا۔ ان میں بچوں اور ان کی ماؤں کے لئے حفاظتی ٹیکوں اور قطروں کے پروگرام، سینی ٹیشن مہم، اسہال کے خلاف مہم، اور لڑکیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ شامل تھی۔ بنگلہ دیش سے ایک اور سبق یہ ملتا ہے کہ افرادی قوت میں خواتین کی شمولیت پر سرمایہ کاری کی جائے جس کے باعث بچے پیدا کرنے سے زندگی میں ترقی کے مواقع کا نقصان بڑھ جاتا ہے اور یوں بڑے خاندان کی خواہش کم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ماں اور بچے کی صحت کے پروگراموں کی پہنچ بڑھائی جائے تاکہ وہ ضرورت مندوں کے گھر کی دہلیز تک پہنچ سکیں۔

ایران بھی ایک عمدہ مثالی کردار ہے۔ ایران میں خاندان کا اوسط حجم 1988 میں 5.2 تھا جو 1996 میں کم ہو کر 2.6 رہ گیا اور یہ حکام کی طرف سے خاندانی منصوبہ بندی کی مہم شروع کرنے کے بعد ہوا۔ ایران اس لحاظ سے بھی ایک اچھی مثال ہے کہ مذہب سے جڑی رکاوٹوں کو دور کرنے میں مذہبی حلقوں کو کس طرح ساتھ ملایا جائے اور پالیسی جب بن جائے تو اس پر عملدرآمد کس طرح کیا جائے۔ ایران کا شمار ان ملکوں میں ہوتا ہے جہاں شرح پیدائش میں کمی سب سے نمایاں رہی ہے اور اس کے لئے وہاں شادی سے پہلے مانع حمل کلاسوں میں شرکت لازمی قرار دی گئی، فتاویٰ کے ذریعے طے کر دیا گیا کہ خواتین کو اپنی بارآوری کو کنٹرول کرنے کا حق حاصل ہے، مانع حمل چیزیں مفت تقسیم کی گئیں، سٹرلائزیشن تک رسائی بڑھائی گئی، مذہبی رہنماؤں نے خواتین کے حقوق پر بھی فتوے دیئے، غرض ہر طرح کی تدبیر آزمائی کی گئی۔

پاکستان میں افزائش آبادی کے محرکین

بارآوری، شرح اموات اور نقل مکانی، کسی بھی ملک میں آبادی پر اثر دکھانے والے تین محرکین ہیں اور ان کے معاملے میں کئی طرح کے عوامل اپنا کردار ادا کرتے ہیں جن میں خاندانی منصوبہ بندی اور مانع حمل طریقوں کے بارے میں آگاہی اور ان کی کامیابی، سماجی ومعاشی عوامل، ثقافتی اقدار اور رویئے بھی شامل ہیں۔ پاکستان اس وقت تغیر کے عمل کے وسط میں ہے جہاں شرح پیدائش، شرح اموات سے تجاوز کر چکی ہے اور یوں پاکستان میں آبادی کی افزائش تیزی سے ہو رہی ہے۔ آبادی کی اس تیز افزائش میں کئی عوامل اپنا کردار ادا کر رہے ہیں جن میں سے بعض کی عددی پیمائش ممکن ہے اور بعض کی نہیں۔ اور پاکستان کے معاملے میں وہ عوامل زیادہ اہم دکھائی دیتے ہیں جن کی

شکل 6: منتخب ممالک میں بارآوری کی کل شرح اور افزائش آبادی کی شرح کے رجحانات

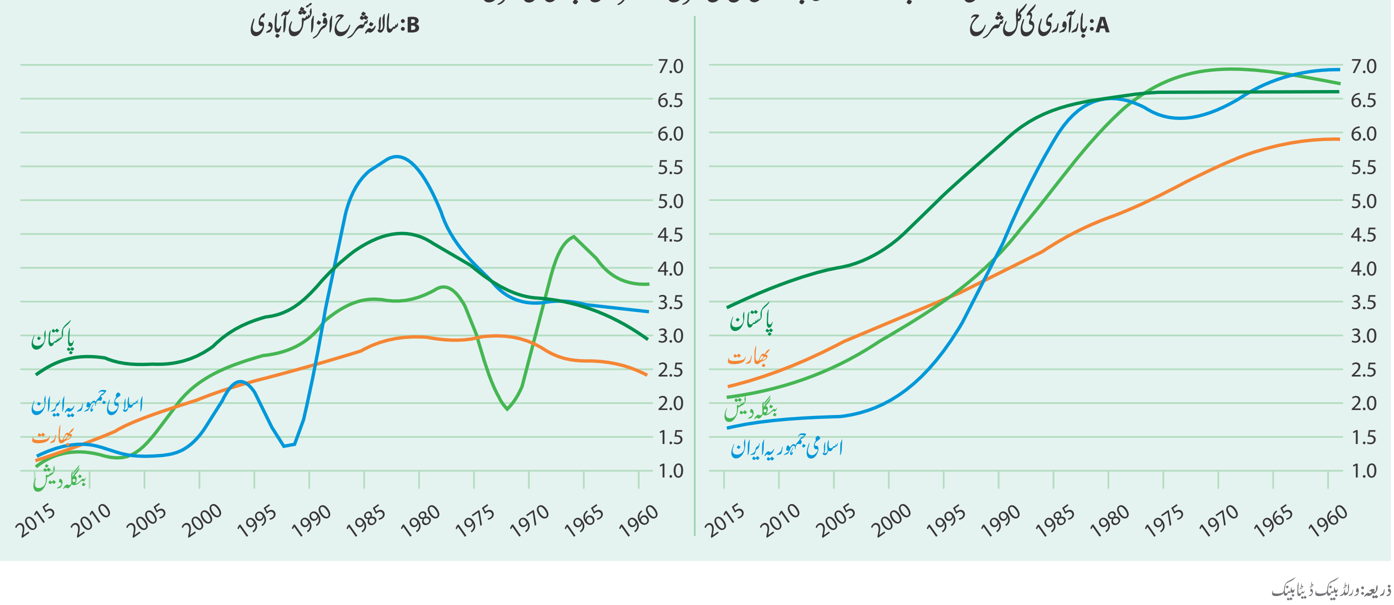

ذریعہ: ورلڈ بینک ڈیٹا بینک

عددی پیمائش ممکن نہیں۔

آبادی کے تغیر کی روایتی تھیوری کے مطابق بارآوری کی شرح دو مرکزی عوامل کے ہاتھوں کم ہوتی ہے۔ پہلا، جیسے جیسے بچوں کے اخراجات بڑھتے ہیں اور بچوں کی زندگی کا عرصہ بھی بڑھتا ہے، شادی شدہ جوڑوں کے نزدیک خاندان کا پسندیدہ حجم کم ہوتا جاتا ہے۔ دوسرا، حکومت اقدامات کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔تاہم پاکستان کے سیاق وسباق میں خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کی ساٹھ سالہ تاریخ کے باوجود خاندان کا پسندیدہ حجم آج بھی چار ہے۔ اگرچہ مانع حمل طریقوں کے استعمال کی شرح وقت کے ساتھ بڑھی ہے لیکن تمام علاقائی اور عالمی معیارات کے لحاظ سے یہ آج بھی کم ہے۔

پاکستان کے حالیہ آبادی وصحت سروے 18-2017 کے مطابق، تقریباً ہر شخص خاندانی منصوبہ بندی کا علم رکھتا ہے لیکن صرف 34 فیصد خواتین اس وقت خاندانی منصوبہ بندی کا کوئی طریقہ استعمال کر رہی ہیں (چاہے وہ روایتی ہو یا جدید)۔مزید برآں خاندانی منصوبہ بندی کی پوری نہ ہونے والی ضرورتیں بلندی کی جانب دکھائی دیتی ہیں۔ایسی کل خواتین جنہیں خاندانی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے یا جو بچوں کی پیدائش محدود رکھنا چاہتی ہیں یا اس میں وقفہ چاہتی ہیں، ان کا پانچواں حصہ حمل سے بچنے کے لئے کسی طرح کا کوئی مانع حمل طریقہ استعمال نہیں کر رہیں۔نتیجہ یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کی جو ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں وہ غیر ارادی حمل / پیدائش اور ارادی اسقاط حمل کی شرح بلند کر دیتی ہیں۔ پاکستانی خواتین کے ہاں اوسطاً خواہش سے زیادہ بچوں کی پیدائش 0.9 ہے اور تقریباً 2.25 ملین خواتین غیر ارادی حمل سے بچنے کے لئے ارادی اسقاط حمل کا راستہ اپناتی ہیں۔[8] اسقاط حمل پاکستان میں غیر قانونی ہے اس لئے یہ سرگرمیاں زیادہ تر خفیہ طور پر اور غیر محفوظ حالات میں ہوتی ہیں۔لہٰذا بارآوری کی بلند شرح کے ساتھ مانع حمل طریقوں کا کم استعمال پاکستان میں بلند افزائش آبادی کا بنیادی سبب ہے۔

پاکستان میں تقریباً ہر شخص مانع حمل طریقوں کا علم رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود ان کے استعمال کی پست شرح ایک ایسا معمہ ہے جس کا جواب یہی دیا جاسکتا ہے کہ ثقافتی طور پر ان طریقوں کے استعمال کو قبول نہیں کیا جاتا۔ بڑے کنبے کی خواہش میں خاندان کے دباؤ کو بھی ایک عامل کے طور پر شمار کیا جاسکتا ہے۔

بیٹے کو ترجیح دینے کا رجحان بھی پاکستان میں مضبوط ہے اور ہوسکتا ہے یہ بھی افزائش آبادی کے محرک کا کردار ادا کرتا ہو۔ بیٹے کی خواہش کا مطلب محض یہی نہیں کہ اس سے خاندان کا نام آگے بڑھے گا بلکہ بیٹے بڑھاپے کا بیمہ بھی تصور کئے جاتے ہیں۔ جائیداد کی ملکیت کے حوالے سے پیش نظر رکھی جانے والی باتیں بھی لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کی خواہش مزید بڑھا دیتی ہیں۔

اسی طرح ازدواجی لین دین کے معاملات میں ملک کے زیادہ تر علاقوں میں دلہن کے والدین سے بڑے جہیز کی توقع کی جاتی ہے۔ روزگار کی منڈی میں بھی خواتین کی شمولیت کم ہے جس کی وجہ سے بیٹیاں خاندان کے لئے معاشی طور پر زیادہ فائدہ مند نہیں رہتیں ۔[9] نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خواتین کو بیٹے کی پیدائش تک بچے پیدا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ پسندیدہ صنف کے تناسب کے اعتبار سے کل 61 ممالک میں پاکستان کا رینک دوسرا ہے ۔[10] بیٹے کی شدید خواہش کئی بار غیر ارادی حمل اور پیدائش کا باعث بنتی ہے۔افزائش آبادی پر اس کے اثرات سے قطع نظر، شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹے کی شدید خواہش ماں اور بچے کی صحت کے لئے سنگین مضمرات کی حامل ہے اور جب بچہ ہو جائے تو مالی وسائل ہوں یا غذائی، ان کا رخ بیٹیوں کے مقابلے میں بیٹوں کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔موجودہ شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹے کی خواہش بارآوری کی بلند شرح کا باعث بنتی ہے جس کے نتیجے میں مانع حمل طریقوں کا استعمال کم رہ جاتا ہے ۔[11] بیٹے کی ترجیح پاکستان کو پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد پر پیچھے رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور یہ افزائش آبادی کی بلند شرح پر بھی اسی طرح اپنا اثر دکھاتی رہے گی ۔[12]

افغان پناہ گزینوں کی بڑی تعداد میں موجودگی نے بھی پاکستان کے آبادیاتی پہلوؤں پر بھاری اثرات دکھائے ہیں۔ دسمبر 1979 میں افغانستان پر سوویت حملے کے بعد پناہ گزین سرحد پار کر کے پاکستان آنا شروع ہوئے جن کی سب سے زیادہ تعداد ایک وقت میں تقریباً چار ملین پناہ گزین رہی۔گورننس اور رجسٹریشن کے کمزور نظام کے باعث ان میں سے کئی پناہ گزینوں نے پاکستانی شہریت حاصل کر لی جو بعض صورتوں میں ملک کے لئے سنگین نتائج کا باعث بن چکی ہے۔ملک میں ان کی موجودگی کا ایک اور منفی پہلو صوبہ بلوچستان میں پیدا ہونے والے نسلی مسائل ہیں جنہوں نے سنگین سیاسی اثرات دکھائے۔ پناہ گزینوں کو انسانی بنیاد پر قبول کرنا اپنی جگہ، لیکن اس نقل وحرکت کے منفی آبادیاتی اثرات کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ترقی کے لئے افزائش آبادی کے مضمرات

پاکستان میں ترقی سے حاصل ہونے والے کسی بھی ثمرات کا ایک بڑا حصہ افزائش آبادی کی مسلسل بلند شرح کی نذر ہو جاتا ہے۔ بارآوری کی شرح اور افزائش آبادی کی شرح میں کمی سے معاشی افزائش میں بھی زور پیدا ہو سکتا ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ کئی وسائل میسر ہو سکتے ہیں جنہیں انسانی اور طبعی سرمایہ کی ترقی پر لگایا جاسکتا ہے۔افزائش آبادی کی بلند شرح انسانی فلاح اور ترقی پر محض اعداد وشمار سے بڑھ کر اثر دکھاتی ہے۔عام طور پر بلند افزائش آبادی کے مضمرات لوگوں کے معیار زندگی، صحت، تعلیم، آمدنی، اور مختلف بنیادی خدمات مثلاً ٹرانسپورٹ، رہائش، سینی ٹیشن اور سلامتی سے جڑے ہیں۔تاہم انسانی ترقی اور آسودہ حالی محض انہی شعبوں تک محدود نہیں کیونکہ اس میں تو انسانی خودداری، وقار اور انتخاب کی آزادی بھی شامل ہے۔اقوام متحدہ کے مطابق ”بارآوری کی بلند شرح کے ہاتھوں آبادی میں مسلسل افزائش حکومتوں کے لئے غربت اور عدم مساوات کے خاتمے، بھوک اور ناقص غذائیت کے تدارک، تعلیم وصحت پر سرمایہ کاری، بنیادی خدمات تک رسائی میں بہتری، شہروں کی منصوبہ سازی اور ترقی، مقامی ماحولیاتی نظاموں کے تحفظ اور پرامن اور سب کی شمولیت پر مبنی معاشرے کے فروغ کو مشکل بنا دیتی ہے“ ۔[13]

پاکستان میں تیز افزائش آبادی لوگوں کو بنیادی خدمات کی فراہمی کی حکومتی کوششوں میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ 2017 میں ہونے والی حالیہ مردم شماری 19 سال بعد ہوئی جس کے مطابق پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے جس کی آبادی بیس کروڑ ستر لاکھ ہے۔جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے، افزائش آبادی کے اعتبار سے پاکستان کا معاملہ اس کے ہمسایہ ممالک سے الگ ہے۔حالیہ چھٹی خانہ شماری و مردم شماری (2017) کے مطابق افزائش آبادی کی شرح 2.40 فیصد ہے جو بھارت (1.2 فیصد) اور بنگلہ دیش (1.03 فیصد) کے مقابلے میں کہیں بلند ہے ۔[14] افزائش آبادی کی شرح چونکہ بلند ہے اس لئے ملکی وسائل کا خاطر خواہ حصہ ترقیاتی مقاصد کے لئے سرمایہ کے طور پر جمع ہونے کے بجائے خرچ ہو جاتا ہے۔اس حد تک ترقی کی شرح افزائش آبادی کی شرح سے پیچھے ہے جو سماجی خدمات کی فراہمی کو جمود کا شکار بنا دیتی ہے۔ پاکستان کو پانی و بجلی کے شدید بحرانوں اور ماحولیاتی بگاڑ اور زرعی اراضی میں کمی کا سامنا ہے کیونکہ مکانات کی مسلسل بڑھتی مانگ کو پورا کرنے والی رہائشی سوسائٹیاں اسے ہڑپ کر رہی ہیں۔خوارک کی قلت، روزگار کی منڈی کے کھنچاؤ، اور شہروں کے رش میں بھی بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔

تیز افزائش آبادی قومی زندگی کے تقریباً سبھی پہلوؤں کے لئے مضمرات کی حامل ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں:

الف: تعلیم

آبادی کے چیلنج سے نمٹنے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کا کوئی بھی پروگرام الگ تھلگ حیثیت میں کام نہیں کرسکتا۔افزائش آبادی کی شرح میں کمی کا ہدف حاصل کرنے کے لئے دیگر نظاموں اور شعبوں کا بھی اپنی جگہ ہونا ضروری ہے۔مثلاً لڑکیوں کی تعلیم پر ملک میں فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے جن کی شرح خواندگی کے اعتبار سے پاکستان دنیا کے ان ملکوں میں شمار ہوتا ہے جہاں یہ سب سے کم ہے (58 فیصد)۔ 2015-2016 میں مردوں میں شرح خواندگی 70 فیصد رہی جبکہ خواتین میں یہ بمشکل 48 فیصد تک پہنچ پائی ۔[15] دیہی علاقوں کے تعلیمی اعداد وشمار اس سے بھی بدتر ہیں۔خواتین کی تعلیم کو چھوڑیں، بحیثیت مجموعی تعلیم کی شکستہ حالی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت

8 ستھار، ودیگر۔ 2014
9 چانون 2017
10 بونگارٹس 2014
11 چودھری، 2012؛ چانون 2017
12 سپرا 10
13 اقوام متحدہ (2015)، Integrating population issues into sustainable development, including the post-2015 development agenda۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.un.org/en/development/desa/population/commission/pdf/48/CPD48ConciseReport.pdf
14 شماریات بیورو، پاکستان، 2017
15 اکنامک سروے آف پاکستان، 18-2017

تعلیم پر جی ڈی پی کا صرف 2.2 فیصد خرچ کر رہی ہے ۔[16]

تعلیم اور بارآوری کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ تعلیم خواتین کو ان صلاحیتوں سے لیس کرتی ہے جن کی مدد سے وہ معلومات کی بنیاد پر فیصلے کرتی ہیں جس سے ان کی بارآوری کی خواہش بدل سکتی ہے ۔[17] تعلیم یافتہ خواتین میں چھوٹے خاندان کے آدرشوں کا امکان زیادہ ہوتا ہے ۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ خواتین خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں کیونکہ وہ چھوٹے خاندان کی خواہش کرتی ہیں اور خاندان بڑا ہونے پر انہیں ترقی کے مواقع کا زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے ۔ مطالعاتی سرگرمیوں سے پتہ چلا ہے کہ ناخواندہ خواتین کے مقابلے میں پرائمری اور سیکنڈری سطح کی تعلیم کی حامل خواتین میں مانع حمل طریقوں کے استعمال کا امکان زیادہ ہوتا ہے ۔

ب: روزگار

بلند افزائش آبادی ثمر آور روزگار کی فراہمی کے لئے سنگین اثرات کی حامل ہے ۔ پاکستان کی زیادہ آبادی اور اس کے ساتھ عمر کا ڈھانچہ جس میں نوجوان زیادہ ہیں، افرادی قوت کی رسد کو بڑھا دیتا ہے ۔ پاکستان کی 65 فیصد آبادی تیس سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہے، جس کی بدولت ملک میں ایک ''ہجوم نوجواناں'' موجود ہے ۔ بہترین صورت تو یہی ہے کہ روزگار پیدا کرنے کی شرح افرادی قوت کی رسد کی شرح کے ہم پلہ ہو ۔ اس وقت پندرہ سے چوبیس سال عمر کے تقریباً 15 فیصد نوجوان بیروزگار ہیں ۔[18] افرادی قوت کی کثرت سے مراد یہی ہے کہ روزگار کے متلاشی افراد کی تعداد دستیاب ملازمتوں کی تعداد کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بڑھے ۔

اگرچہ پاکستان میں بارآوری کی شرح کم ہونے سے زیر کفالت افراد کا تناسب ایک جگہ ٹھہر گیا ہے لیکن افرادی قوت بدستور زیادہ ہے کیونکہ بارآوری کی شرح پہلے بلند رہی ہے ۔ انحصار کے تناسب میں اس کمی سے آبادیاتی ثمرات سے فائدہ اٹھانے کا ایک سنہری موقع پیدا ہو جاتا ہے ۔ تاہم نوجوان افرادی قوت کو ثمر آور کام پر لگانے کے موزوں اور بروقت اقدامات کئے بغیر یہ نہیں ہو سکتا ۔ پاکستان کی نوجوان آبادی کا بڑا حصہ ان پڑھ یا ناقص تعلیم یافتہ ہے اور ان کے پاس ایسی کوئی مہارتیں بھی نہیں جو انہیں ثمر آور بنا سکیں ۔

ایک طرف افرادی قوت میں اضافہ اور دوسری جانب روزگار کے امکانات میں کمی سے ٹیکنالوجی اور صنعت کے میدان میں ہونے والی پیشرفت شدید غربت کے باعث اپنا اثر نہیں دکھا پاتی جس سے کارخانوں میں بننے والی اشیاء کی مانگ کم ہو جاتی ہے ۔ لوگ بے ثمر شعبوں میں کام کرنے یا روایتی ملازمتیں اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو زیادہ تر زرعی ہوتی ہیں، جن کی پیداواری صلاحیت اور اجرتیں کم ہوتی ہیں ۔ اصل نتیجہ بچتوں کی کم شرح اور افرادی قوت کی پست مہارتوں کی صورت میں برآمد ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں بھرپور ترقی اور قدرتی وسائل کے استعمال میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں ۔

حالیہ عرصے کے دوران اس بات کا ادراک بڑھتا نظر آتا ہے کہ نوجوانوں کو بامعنی سرگرمیوں پر لگایا جائے اور نوجوانوں میں بیروزگاری کی بلند شرح پر کام کیا جائے ۔ تاہم چیلنج کثیر رخی ہیں اور وسائل کمیاب ۔ متعدد چیلنجوں میں سب سے زیادہ ناگزیر یہ ہیں: تعلیمی اداروں سے لیبر مارکیٹ کی جانب منتقلی بے روک ٹوک نہیں ہے، نوجوانوں میں بیروزگاری کی شرح بالغ افراد کی شرح بیروزگاری کے مقابلے میں زیادہ ہے، کئی نوجوان غیر رسمی شعبے میں بلامعاوضہ کام کرنے والے گھریلو کارکنوں، ذاتی کام کرنے والے یا دہاڑی داروں جیسے کام کر رہے ہیں جبکہ روزگار کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے خواتین کی حالت ان مردوں سے بھی بدتر ہے ۔ نوجوانوں والے کئی مسائل بالغ افراد کے حصے میں بھی آتے ہیں جبکہ بعض چیلنج صرف نوجوانوں کو ہی درپیش ہیں مثلاً بہتر تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے پہلی ملازمت سے ناکافی آمدنی ۔[19]

سماجی تحفظ

ملک میں سب لوگوں کے سماجی تحفظ کا کوئی باضابطہ نظام موجود نہیں جبکہ عمر رسیدہ افراد کی بڑھتی تعداد مستقبل کے بارے میں بے یقینی کا شکار ہے ۔ نیوکلیئر گھرانوں کا بڑھتا رجحان اور باضابطہ شعبوں (جہاں ریٹائرمنٹ کے بعد بعض مراعات ملتی ہوں) میں روزگار کی کمی کے باعث عمر رسیدہ افراد خطرناک صورتحال سے دوچار ہو جاتے ہیں ۔ پاکستان آج سے پچاس سال بعد بھی عمر رسیدہ ملک نہیں ہوگا کیونکہ تناسب پھر بھی کم ہوگا لیکن حتمی اعداد و شمار میں 2050 تک دو کروڑ ساٹھ لاکھ افراد کی عمریں 65 سال اور زائد ہوں گی جبکہ 2070 میں یہ تعداد چار کروڑ دس لاکھ تک پہنچ جائے گی (جیسا کہ شکل 3-B میں دیکھا جا سکتا ہے) ۔ ریٹائرمنٹ پنشن یا عمر رسیدہ افراد کے لئے تحفظ، بیمہ زندگی، معذوری بیمہ اور معذور افراد کے لئے حفظان صحت، ان سب پر غور کیا جائے اور بہتر بنایا جائے ۔ اگرچہ حالیہ عرصے کے دوران کچھ اقدامات کئے گئے ہیں لیکن کنگال معیشت کے ساتھ پاکستان میں سب کو سوشل سیکورٹی کور دینا دور از کار بات ہی لگتی ہے ۔

ج: ماحول اور توانائی

دن بہ دن یہ ادراک بڑھ رہا ہے کہ کچھ بھی کر لیں شہروں میں افزائش ہو گی اور شہری مسائل کے حل کا بہت زیادہ انحصار شہری منصوبہ سازی، بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور مینجمنٹ پر ہے ۔ تیز اور اکثر صورتوں میں منصوبہ بندی سے عاری افزائش آبادی، آبادی کے ان تقاضوں سے جڑے ہیں جو بنیادی ڈھانچے اور خدمات پر سبقت لے جاتے ہیں جس کا نتیجہ ماحولیاتی بگاڑ کی شکل میں برآمد ہوتا ہے ۔ بڑھتی آبادی کی توانائی کی ضروریات بھی ہر دور کی حکومتوں کے لئے ایک بوجھ رہی ہیں ۔ توانائی کی پیداوار، قیمتوں کا تعین اور مختلف خطوں، صوبوں، رہائشی یا کمرشل استعمال کے لئے اس کی تخصیص، یہ سب مینجمنٹ کے مسائل کو جنم دیتے ہیں ۔ سرمایہ کاری کی کمی اور خراب طرز حکمرانی بھی اپنی جگہ بڑے عوامل ہیں لیکن آبادی کے دباؤ کے باعث بڑھتی مانگ بھی کوئی چھوٹا سبب نہیں ۔

د: صحت

نوجوان اور عمر رسیدہ افراد کے ساتھ ساتھ تولیدی عمر کی آبادی کو خصوصی حفظان صحت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ پاکستان ایک ایسے دور سے گزر رہا ہے، جس میں عمر کی ہر کیٹیگری کے حتمی اعداد و شمار کے مطابق حفظان صحت کی فراہمی ایک کٹھن کام بن جاتا ہے ۔ نہ صرف عمر رسیدہ افراد کی تعداد بڑھ رہی ہے بلکہ بچوں اور تولیدی عمر کے افراد کا بھی یہی حال ہے ۔ ماں اور بچے کی صحت کی ضروریات سے متعلق ادارے تو موجود ہیں لیکن پاکستان میں کوئی ایک بھی ادارہ ایسا نہیں جہاں بڑھاپے کی نگہداشت کی خصوصی خدمات فراہم کی جاتی ہوں ۔ صوبائی حکومتیں اپنی جگہ مالی مشکلات کا شکار ہیں (کیونکہ صحت اب صوبائی شعبہ ہے) لہٰذا صحت کے لئے بالعموم اور خصوصی حفظان صحت کے لئے بالخصوص رقوم کی تخصیص ایک چیلنج بن چکی ہے لیکن اس سے گریز بھی محال ہے ۔

آئندہ لائحہ عمل

پاکستان میں آبادی پالیسیوں کو درست راہ پر ڈالنے کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے ۔ دوسروں کے تجربات سے جہاں بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے وہیں محض ان کی تقلید سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوں گے ۔ ہمیں درج ذیل خطوط پر اپنے مقامی آئیڈیاز پر کام کرنا ہوگا:

- آبادی کی منصوبہ بندی کے تمام تر تصور کی از سر نو تشکیل کی جائے اور لفظ 'منصوبہ بندی' کو اس میں صحیح معنوں میں شامل کیا جائے ۔ آبادی کی منصوبہ بندی محض مانع حمل طریقوں کے استعمال اور آبادی محدود کرنے کا نام نہیں ۔ آبادی کے مسائل پر ایک کلی سوچ اپنانے کی ضرورت ہے جو تمام متعلقہ امور کا احاطہ کرے اور یوں لوگوں کو اس قابل بنائے کہ وہ اپنے خاندانوں کے لئے بہتر منصوبہ بندی کر سکیں ۔
- 'ہجوم نوجواناں' کو 'آبادیاتی ثمرات' میں تبدیل کرنے کے لئے معیاری تعلیم، صحت اور مہارتوں کی ترویج پر سرمایہ کاری کی جائے اور روزگار کے نئے ثمر آور مواقع پیدا کئے جائیں ۔ اس بات کا ادراک ضروری ہے کہ یہ ثمرات خود بخود نہیں مل جاتے انہیں حاصل کرنا پڑتا ہے ۔
- سب کے لئے، بالخصوص بچوں، عمر رسیدہ افراد اور تولیدی عمر کی خواتین کے لئے صحت کی خدمات میں بہتری لائی جائے ۔ شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کی صحت کی نگہداشت بارآوری کی شرح پر براہ راست اثر دکھاتی ہے ۔
- خواتین کی تعلیم پر سرمایہ کاری کی جائے کیونکہ اس سے رویوں میں تبدیلی آ سکتی ہے جو بارآوری کی شرح میں کمی لانے کے

---

15 اکنامک سروے آف پاکستان، 2017-18
16 ایضاً
17 جی جی بھائی، 1995، سٹین و دیگر، 2014
18 لیبر فورس سروے، 2017-18
19 سُپرا 9

لئے ضروری ہے۔ خاندان کے پسندیدہ حجم سے متعلق اقدار کو بدل کر اسے چار بچوں کی موجودہ سطح سے دو بچوں تک لانے کے لئے ایک کثیر رخی پالیسی سوچ کی ضرورت ہے۔

- آبادی سے متعلق ڈیٹا اور اس کی بنیاد پر کی جانے والی منصوبہ بندی، چاہے یہ تعلیم کی ہو یا روزگار کی، ٹرانسپورٹ کی ہو یا رہائش کی، صحت کی ہو یا کسی بھی چیز کی، کو زیادہ قابل اعتبار اور اپ ٹو ڈیٹ بنایا جائے۔ ہر طرح کی منصوبہ بندی لوگوں کے لئے ہی ہوتی ہے، لہٰذا اچھی منصوبہ بندی کے لئے لوگوں کے بارے میں درست ڈیٹا بہت ضروری ہے۔

معاشی افزائش اور آبادی کے محرکین

کسی بھی ملک کی آبادی کے محرکین اور معاشی افزائش کئی متغیرات یا ویری ایبلز کے تحت آپس میں جڑے ہوتے ہیں جن میں اس ملک کی افرادی قوت کا حجم، آبادی کے مختلف طبقات کی آمدنیاں، لیبر سپلائی کی عمر کا ڈھانچہ، معیشت میں قومی بچتوں اور سرمایہ کاری کی مالیت اور معیشت کی پیداواری صلاحیت بھی شامل ہیں۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں افزائش آبادی بلند اور پیہم ہے جبکہ معاشی افزائش کی شرح پست ہے، اس کے مضمرات کا اگر مناسب طریقے سے ازالہ نہ کیا گیا تو یہ مشکلات اور خطرات کا باعث بن سکتے ہیں۔

فی کس خام ملکی پیداوار (جی ڈی پی) معاشی افزائش کی پیمائش کے اہم ترین اجزاء میں سے ایک ہے۔ اکثر اسے ملک کے معیار زندگی اور معیشت کی صحت کی پیمائش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مستقبل کی معاشی پالیسی کے تعین میں بھی اسے پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ 2017 میں پاکستان کا فی کس جی ڈی پی 1222.52 ڈالر تھا 1 جو اوسط عالمی فی کس جی ڈی پی کے دس فیصد کے مساوی بنتا ہے۔ ان اعداد و شمار سے نہ صرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کو اپنے حالات زندگی میں بہتری لانے کے لئے ابھی ایک طویل سفر طے کرنا ہے، بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ معیشت میں دستیاب وسائل کی نسبت آبادی ہوشربا حد تک زیادہ ہے۔

2017 کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی آبادی 20 کروڑ 70 لاکھ ہے اور اوسط شرح افزائش 1998 سے اب تک 2.4 فیصد رہی ہے۔ 2018 میں پاکستان کے جی ڈی پی میں افزائش کی شرح 2.1 فیصد رہی۔ ملک آمدنی کے لحاظ سے کئی طبقات پر مشتمل ہے۔ 2014 تک تقریباً 48 فیصد پاکستانی گھرانے چوتھے اور پانچویں کوئنٹائل کے زمرے میں آتے تھے جو پاکستان میں پست ترین آمدنی والے طبقات ہیں۔ پاکستان کی غربت میں ان طبقات کا حصہ سب سے زیادہ اور مجموعی معاشی افزائش میں سب سے کم ہے۔ آبادی میں اضافہ پر ضروری نہیں کہ توقع کے مطابق معیشت پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں کیونکہ نامناسب حالات زندگی میں رہنے والے لوگوں کو تعلیم اور صحت جیسے کئی مسائل کا سامنا ہے اور انہیں کسی ملازمت وغیرہ کے لئے برائے نام تربیت ملتی ہے جس کے باعث وہ اپنی بھرپور پیداواری استعداد کو بروئے کار لانے میں ناکام رہتے ہیں۔

سنگاپور اور جرمنی جیسے ترقی یافتہ ممالک کو دیکھیں تو دونوں کا فی کس جی ڈی پی بالترتیب 55,000 اور 47,000 ڈالر ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ یہاں معاشی افزائش آبادی کے محرکین میں تبدیلیوں سے زیادہ متاثر نہیں ہو رہی کیونکہ ان کی پیداواری ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ لہٰذا، پاکستان کے لئے اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ اس کے کم آمدنی والے طبقات کے کارکنوں کو تعلیم اور ملازمتی تربیت کے ذریعے اپنی صنعت میں ترقی کے مواقع ملیں تاکہ وہ جی ڈی پی کی افزائش میں زیادہ اور قابل ذکر حصہ ملا سکیں۔ ایک ترقی پذیر ملک کی حیثیت سے پاکستان کو پہلے ایسی پالیسیوں پر عملدرآمد کرنا ہوگا جو اس کی آبادی کی مجموعی پیداواری صلاحیت کو بہتر بنائیں۔ تب جا کر ہم یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ آبادی میں اضافے کے نتیجے میں جی ڈی پی میں بھی خاطر خواہ افزائش ہو۔

ملکی آبادی میں عمر کا ڈھانچہ اس کی ممکنہ معاشی افزائش پر نمایاں اثر دکھاتا ہے۔ بچے اور بلوغت کی عمر کے افراد عام طور پر کسی بھی کنبے کے نقد صارفین ہوتے ہیں جہاں کام کرنے کی عمر کے بالغ افراد بالعموم نقد پیداواری کارکن ہوتے ہیں۔ لہٰذا آبادی میں اضافے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ معیشت میں بھی وسعت پیدا ہوگی تاوقتیکہ ایک خاص حد تک عمر کے افراد لیبر سپلائی کا حصہ نہ بن جائیں۔ اسے آبادیاتی ثمرات یا 'ڈیموگرافک ڈیویڈنڈ' کا نام دیا جاتا ہے یعنی جب آبادی کا بڑا حصہ کام کرنے کی عمر کے افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں معاشی افزائش کی استعداد سب سے نمایاں ہوتی ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان اس وقت 'مواقع کی اس دنیا' کے دروازے پر کھڑا ہے کیونکہ اس کی 64 فیصد آبادی تیس سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہے اور اس کے نوجوان لیبر سپلائی میں داخل ہو رہے ہیں اور یہ سلسلہ کم از کم 2050 تک جاری رہے گا۔ پاکستان کو اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے نہ صرف اپنی شرح خواندگی کو بہتر بنانا ہوگا بلکہ معیاری تعلیم کی فراہمی بھی یقینی بنانا ہوگی۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہوں گے کیونکہ آئندہ چار دہائیوں تک ہر سال 21 لاکھ نوجوان افرادی قوت کا حصہ بنتے رہیں گے۔

عمر کے ڈھانچے کا تجزیہ کریں تو ایک اور متعلقہ ویری ایبل بھی سامنے آتا ہے یعنی پاکستان میں انحصار کا تناسب۔ یہ کسی بھی برسر روزگار شخص کے زیر کفالت افراد (15 سال سے کم لیکن 64 سال سے زیادہ عمر کے افراد) کی تعداد ہے اور پاکستان میں یہ تناسب 2017 میں 64.67 فیصد تھا۔ دنیا بھر کے کئی ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں یہ قدرے بلند ہے لیکن خوش قسمتی سے پاکستان میں اس مسئلے کو دور کرنے کی استعداد موجود ہے کیونکہ لاکھوں افراد کام کرنے کی عمر میں داخل ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں انحصار کا تناسب کم ہونے کا مطلب یہی ہوگا کہ معیشت میں پیداواری افراد کی تعداد تصرف کرنے والوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔

ایک ایسا کنبہ جس میں انحصار کا تناسب بلند ہو، بڑی حد تک یہی ظاہر کرتا ہے کہ اس کا حجم بڑا ہے اور برسر روزگار افراد کی تعداد کم ہے۔ 2016 کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں اوسط کنبے کا حجم 6.31 افراد پر مشتمل تھا۔ بڑا کنبہ جس میں انحصار کا تناسب بھی زیادہ ہو، یہی ظاہر کرتا ہے کہ اس میں ایسے بچوں کی تعداد زیادہ ہے جن پر تعلیم کی شکل میں سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ اس کے نتیجے میں معیشت میں سرمایہ کاری کے لئے بچتیں کم ہو جاتی ہیں۔ یہاں بھی پاکستان کی خوش قسمتی کہ افرادی قوت میں کام کرنے کی عمر کے افراد کا متوقع بہاؤ بڑے کنبوں پر بھی دباؤ کم کر سکتا ہے کیونکہ اس سے زیر کفالت افراد کی تعداد کم ہوگی۔ اس بناء پر جو بچتیں ہوں گی وہ ملک میں سرمایہ کاری، معاشی افزائش اور بہتر معیار زندگی کا محرک بن سکتی ہیں۔

پاکستان استعداد سے لبریز ملک ہے اور یہ اس موڑ پر کھڑا ہے جہاں سے اس کا رخ روشن کل کی جانب موڑا جا سکتا ہے بشرطیکہ آج اصلاحی اقدامات پر عملدرآمد کیا جائے۔ پالیسی اور اصلاحات کے ذریعے ہماری اس بیش بہا آبادی کو افرادی قوت میں شامل کیا جا سکتا ہے اور بیروزگاری کی شرح کو نیچے لایا جا سکتا ہے۔ فی الوقت پاکستان کو خاطر خواہ تعلیم کی فراہمی پر توجہ مرکوز کرنا ہوگی تاکہ آبادی کو روزگار کے قابل بنایا جا سکے، صرف نوکریاں نہیں بلکہ روزگار کے تسلی بخش مواقع پیدا کئے جا سکیں تاکہ 'برین ڈرین' کو روکا جا سکے اور اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ وسائل کا بہاؤ ہماری آنے والی نسلوں کے استعمال اور افزائش کے لئے برقرار رہے۔

© UNDP Pakistan

پاکستان میں حقوق اطفال پر افزائش آبادی کے اثرات

مہناز اکبر عزیز

رکن قومی اسمبلی (پی ایم ایل-این)

صدر، پروان

بانی ڈائریکٹر، چلڈرنز گلوبل نیٹ ورک پاکستان

موجودہ صورتحال

پاکستان دنیا میں آبادی کے لحاظ سے چھٹا سب سے بڑا ملک ہے۔ افزائش آبادی کی موجودہ شرح بھارت، بنگلہ دیش اور نیپال جیسے پڑوسی ملکوں سے زیادہ ہے۔ تخمینے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ موجودہ رجحانات برقرار رہے تو ملک کی آبادی 2047 میں 37 کروڑ 60 لاکھ تک بڑھ جائے گی۔ آبادی میں بے دریغ اضافہ آج ملک کو درپیش سنگین چیلنجوں میں سے ایک ہے۔ حفظان صحت اور تعلیم کی سہولیات تک نامناسب رسائی اور ماؤں اور بچوں کو ناقص غذائیت کی فراہمی تیز افزائش آبادی کے نمایاں اثرات ہیں۔ نادانستہ طور پر ان بحرانوں کا تمام تر اثر لوگوں بالخصوص کم آمدنی والے طبقات کی خواتین اور بچوں پر پڑتا ہے۔ پاکستان کی تقریباً ایک تہائی آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ زیر نظر تحریر میں تیز افزائش آبادی کے حقوق اطفال بالخصوص بچوں کی صحت، غذائیت، تعلیم، نگہداشت اور تحفظ پر اثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

قومی ترقی میں بچوں کی اہمیت

بچے انسانی معاشرے کا مستقبل ہیں۔ حفظان صحت، غذائیت اور تعلیم بچوں کی نشوونما کے بنیادی ستون ہیں جو معاشرے میں ان کے ممکنہ کردار اور خدمات کا تعین کرتے ہیں۔ لہٰذا کلی انداز میں بچوں کی نشوونما پر تیز افزائش آبادی کے اثرات کا تجزیہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

حقوق اطفال: پاکستان کے بین الاقوامی وعدے

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (1948) کے آرٹیکل 26 میں بچوں کے لئے مفت اور لازمی بنیادی تعلیم کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ 1989 میں عالمی برادری نے اقوام متحدہ کنونشن برائے حقوق اطفال (سی آر سی) کی منظوری دی جس میں بچوں کے ان تمام حقوق کو تسلیم کیا گیا جو ان کی فلاح کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اس تاریخی کنونشن میں بیشتر ایسے حقوق کا احاطہ کیا گیا ہے جو بچوں کی شخصیت کی کلی انداز میں نشوونما کے لئے ناگزیر ہیں۔ ان میں یہ حقوق شامل ہیں: (i) ہر قسم کے جسمانی یا ذہنی تشدد، غافلانہ سلوک سے تحفظ، (ii) حفظان صحت کا حق، غذائیت بخش خوراک اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی، (iii) مفت بنیادی تعلیم کا حق، (iv) آرام، تفریح اور کھیلنے کا حق، (v) معاشی استحصال یعنی بچوں سے مشقت وغیرہ سے تحفظ، (vi) ہر قسم کے جنسی استحصال اور بدسلوکی سے تحفظ، اور (vii) اغوائ، فروخت یا سمگلنگ وغیرہ سے تحفظ۔ پاکستان نے 1990 میں اس کنونشن کی توثیق کی۔ بعد ازاں پاکستان نے بچوں کو معاشی استحصال سے تحفظ دینے اور مفت بنیادی تعلیم فراہم کرنے کے لئے متعدد قوانین نافذ کئے۔ بہر حال ان قوانین کا مکمل نفاذ یقینی نہیں بنایا جا سکا۔ پاکستان چونکہ ''پائیدار ترقی کے عالمی ایجنڈا، 2030'' پر دستخط کر چکا ہے لہٰذا اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد کی روشنی میں حقوق اطفال کو عملی جامہ پہنائے۔

بارآوری کی شرح کا تعلیم اور غربت کے ساتھ تعلق

متعدد مطالعاتی سرگرمیوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ماؤں کی تعلیمی سطح اور ان کی بارآوری کی شرح کے درمیان معکوس تعلق پایا جاتا ہے (شکل 1)۔ مردم شماری 1998 کے اعداد و شمار کا تجزیہ بھی اسی بات کی تصدیق کرتا ہے۔

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ غریب طبقے کے کوئنٹائل (Quintile) سے تعلق رکھنے والی ماؤں کے ہاں امیر طبقے کے کوئنٹائل سے تعلق رکھنے والی ماؤں کے مقابلے میں زیادہ بچے ہوتے ہیں (جدول 1)۔ لہٰذا بارآوری کی شرح میں تبھی کمی آتی ہے جب معاشی حیثیت میں بہتری

شکل 1: ماؤں کی تعلیمی سطح اور بارآوری کی شرح

(بچوں کی تعداد)

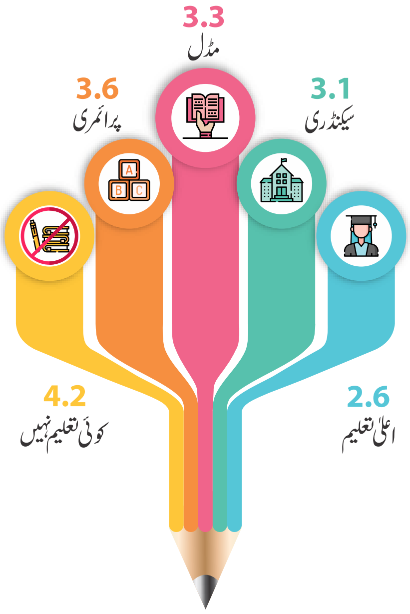

ذریعہ: نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز (2019)، پاکستان

آئے۔ زیادہ بچوں کو جنم دینے والے ماؤں کا تعلق بھی چونکہ غریب کوئنٹائل سے ہوتا ہے اس لئے غریب گھرانوں میں پیدا ہونے والے بچوں کے لئے سکول تعلیم کے امکانات بھی مندمل رہ جاتے ہیں۔

اچھی صحت اور غذائیت بخش خوراک کا حق

غریب کوئنٹائل میں شمار ہونے والے کنبے جن میں زیر کفالت بچوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اپنی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مناسب خوراک خریدنے کی سکت نہیں رکھتے۔ والدین کی تعلیمی سطح چونکہ پست ہوتی ہے اس لئے دیگر کم قیمت متبادل ذرائع سے غذا کی دستیابی کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بارآوری کی بلند شرح کے حامل غریب کنبوں میں پیدا ہونے والے بچے ناقص غذائیت کا شکار ہو

جدول 1: پاکستان میں ماؤں کی معاشی حیثیت اور ان کی بارآوری کی شرح

دولت کا کوئنٹائل	پست ترین	دوسرا	درمیانہ	چوتھا	بلند ترین
بارآوری کی شرح (بچوں کی تعداد)	4.9	3.6	3.8	3.0	2.8

ذریعہ: نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز (2019)، پاکستان

شکل 2: کنبے کی دولت کے لحاظ سے بچوں میں چھوٹے قد کا تناسب (فیصد)

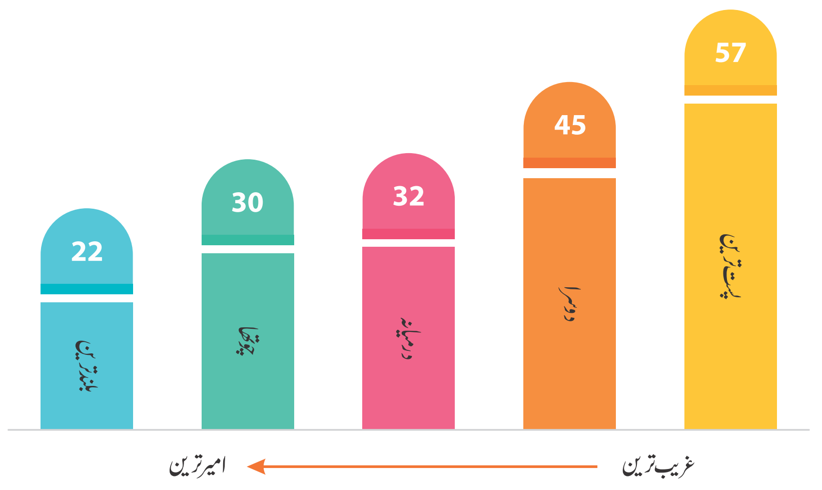

ذریعہ: نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز (2019)، پاکستان آبادی وصحت سروے 18-2017

جاتے ہیں جس کی وجہ سے قد چھوٹا رہ جاتا ہے (شکل 2)۔ اس سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بارآوری کی بلند شرح بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر بچوں کے لئے غذائیت بخش خوراک کی فراہمی کم کر دیتی ہے اور یوں ان کی جسمانی افزائش میں رکاوٹ بنتی ہے۔

بچوں کی شرح اموات اور ماؤں کی خصوصیات

جن کنبوں میں بارآوری کی شرح بلند ہو، آمدنی کم ہو اور تعلیم کی سطح پست ہو، وہاں بچوں میں بلند شرح اموات دیکھنے میں آتی ہے۔ ماؤں کی پست تعلیمی سطح اور بچوں کی بلند شرح اموات کے درمیان بھی معکوس تعلق پایا جاتا ہے (شکل 3)۔

جن کنبوں میں بارآوری کی شرح بلند اور ماؤں کی تعلیمی سطح پست ہے وہاں بچوں کی بلند شرح اموات کے اسباب سمجھ میں آتے ہیں۔ غریب اور کم تعلیم یافتہ ماؤں کے بارے میں یہ خدشہ زیادہ ہوتا ہے کہ وہ دوران حمل مناسب نگہداشت اور غذا کے فوائد اور خطرات کا اندازہ نہیں لگا پاتیں کیونکہ گھرانے کی آمدنی کم ہوتی ہے اور زیرِ کفالت بچوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ غذائیت کی کمی نہ صرف حاملہ ماؤں کی صحت پر اثر دکھاتی ہے بلکہ دورانِ حمل بچے کی جسمانی افزائش میں بھی مسائل پیدا کرتی ہے۔

شکل 3: ماؤں کی تعلیم کے لحاظ سے پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات

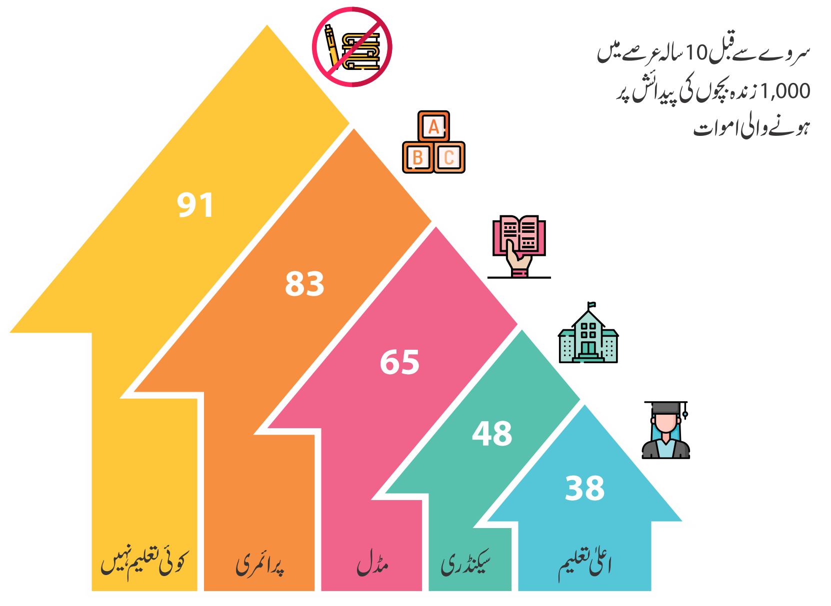

ذریعہ: نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز (2019)، پاکستان آبادی وصحت سروے 18-2017

اس کی وجہ سے پیدائش پر بچوں کا وزن کم ہوتا ہے جس سے پانچ سال سے کم عمر بچوں میں شرح اموات کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ دوران حمل بچے کی نشوونما میں خرابی اکثر معذوری کا باعث بن جاتی ہے۔

بچوں کی تعلیم پر اثرات

مطالعاتی سرگرمیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے کنبوں سے تعلق رکھنے والے بچے زیادہ سکول تعلیم حاصل نہیں کرتے۔ اس میں کئی عوامل اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ فی بچہ مختص کئے جانے والے وسائل یا رقم کی کمی ان میں سے بڑے عوامل ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بڑے کنبوں کے بہت کم بچے سکول جاتے ہیں یا کوئی بھی بچے سکول نہیں جاتے۔ اس طرح کے حالات میں یہ کنبے لڑکیوں کے بجائے لڑکوں کو سکول بھیجنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ کنبہ بڑا ہونے کی وجہ سے ہر بچے کے لئے انفرادی توجہ اور تربیت کی کمی رہ جاتی ہے جس کے باعث سکول چھوڑ جانے کی شرح بلند یا پڑھائی کے نتائج پست رہ جاتے ہیں۔ کم آمدنی والے جن گھرانوں میں بچوں کی تعداد زیادہ ہو وہاں بچوں کو سکول بھیجنے کا امکان کم ہوتا ہے کیونکہ وہ اخراجات برداشت نہیں کر پاتے۔ ایسے والدین اپنے بچوں کو اپنے کام یا کاروبار میں مدد پر لگا دیتے ہیں یا دوسرے چھوٹے موٹے کاموں پر بھیج دیتے ہیں جن سے تھوڑی بہت آمدنی ہو جائے یا پھر انہیں ورکشاپوں وغیرہ میں مختلف ہنر سیکھنے پر لگا دیتے ہیں جس سے بچوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

افزائش آبادی کی شرح جہاں بلند ہو وہاں سکول سے باہر بچوں کا تناسب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً فیصد تناسب کے اعتبار سے پرائمری سطح کے سکول سے باہر بچوں میں بلوچستان سب سے آگے ہے (56 فیصد) اور یہاں افزائش آبادی کی شرح بھی سب سے بلند یعنی 3.37 فیصد ہے۔ دوسری جانب پنجاب میں افزائش آبادی کی سطح سب سے پست ہے جس کے نتیجے میں سکول سے باہر بچوں کا تناسب بھی سب سے کم ہے (جدول 2)۔

جدول 2: شرح افزائش آبادی، شرح خواندگی اور سکول سے باہر بچوں کی تعداد کے درمیان باہمی تعلق

صوبہ	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخواہ	بلوچستان
سالانہ شرح افزائش آبادی (1998-2017)	2.13 %	2.41 %	2.89 %	3.37 %
بالغ شرح خواندگی (10 سال سے زائد)	62 %	55 %	53 %	41 %
سکول سے باہر بچوں کا فیصد تناسب (پرائمری کی عمر کے، 5 تا 9 سال)*	39 %	49 %	44 %	56 %

ذریعہ: مصنف کے اپنے تیار کئے ہوئے اعداد وشمار
ذریعہ: پی ایس ایل ایم 15-2014 میں نقد شرح داخلی کی بنیاد پر اعداد وشمار

افزائش آبادی اور حقوق اطفال میں ریاست کا کردار

اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترقی پذیر ممالک بچوں کی تعلیم اور صحت پر زیادہ سرمایہ کاری کریں تو وہ افزائش آبادی کی شرح میں بہتری لا سکتے ہیں اور اسے روک سکتے ہیں۔ 1981 کے دنوں میں بنگلہ دیش، بھارت اور پاکستان کی سالانہ شرح افزائش آبادی بالترتیب 2.7 فیصد، 2.21 فیصد اور 3.2 فیصد تھی۔ 1999 سے 2000 کے دوران ان ممالک

جدول 3: افزائش آبادی کے بچوں کے حق تعلیم پر اثرات

ملک	1999 سالانہ شرح افزائش آبادی (1995-2000)	2001 سکول سے باہر بچے (ملین میں)	2019 سالانہ شرح افزائش آبادی (2010-19)	2019 سکول سے باہر بچے (ملین میں)
بھارت	1.6 %	20.54	1.2 %	2.886
بنگلہ دیش	1.7 %	2.425	1.1 %	1.000
نیپال	2.4 %	0.917	1.1 %	0.200
پاکستان	2.8 %	8.144	2.4 %	5.000

میں سکول سے باہر بچوں کی تعداد زیادہ تھی کیونکہ تعلیمی مواقع کی توسیع کے لئے درکار وسائل پہلے ہی بہت زیادہ بوجھ کا شکار تھے۔ آبادی پر کنٹرول کی موثر پالیسیوں کی بدولت بھارت اور بنگلہ دیش نے نئے بچوں کی تعداد کو بڑھنے سے روک لیا، پرائمری سکولوں میں زیر تعلیم بچوں کی شرح بہتر بنائی اور سکول سے باہر بچوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی پیدا کی۔ پاکستان اس راہ پر آگے نہ بڑھ پایا اور نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً دو دہائیاں بعد ہوشربا افزائش آبادی کے ساتھ ملک میں سکول سے باہر بچوں کا تناسب بنگلہ دیش اور بھارت دونوں سے زیادہ ہے (جدول 3)۔

اگرچہ ان ممالک کے درمیان آبادی کی تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے جیسے بھارت کی آبادی پاکستان سے چھ گنا زیادہ ہے، لیکن اسی بھارت میں سکول سے باہر بچوں کی تعداد پاکستان کے مقابلے میں نصف ہے۔

حاصل بحث اور سفارشات

بارآوری کی بلند شرح کی حامل مائیں عموماً غریب اور ان پڑھ بھی ہوتی ہیں۔ بڑا کنبہ اور کم آمدنی خاندان کے تمام افراد کو غذائیت بخش خوراک کی فراہمی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ بچوں کو اپنی زندگی کے پہلے ایک ہزار دنوں کے دوران غذائیت بخش خوراک کی ضرورت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ناقص غذائیت اور حفظان صحت کی کمی کے باعث اکثر بچوں کے کم وزن یا پستہ قد رہ جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کے سکول جانے کا امکان کم ہو جاتا ہے بلکہ آمدنی کی بلند سطح کو پانے اور معاشرے میں آگے بڑھنے کے مواقع بھی کم ہو جاتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم، صحت اور فلاح پر افزائش آبادی کے منفی اثرات بالا سطور میں واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں جو اپنی جگہ مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے علاوہ بین الاقوامی ترقیاتی پارٹنرز کے لئے اس سلسلے میں درج ذیل سٹریٹجک اقدامات تجویز کئے جا سکتے ہیں:

- بچوں اور ماؤں کی تعلیم اور صحت پر سرمایہ کاری بڑھائی جائے۔
- حقوق اطفال کے تحفظ کے لئے پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین کا عملی طور پر نفاذ کیا جائے۔
- اوائل بچپن کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت، جو پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد میں بھی شامل ہے، کے سلسلے میں اقدامات کی منصوبہ بندی، ان پر عملدرآمد اور نگرانی کے لئے باقاعدہ ادارے قائم کئے جائیں۔ مثلاً ''اوائل بچپن کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کا قومی کمیشن''، جس کی سفارش اپریل 2018 میں پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد پر منعقد کئے گئے قومی پارلیمانی مشاورتی سیشن میں کی گئی۔
- ''آبادی کی تعلیم'' کو سکول نصاب اور اساتذہ کے تربیتی پروگراموں کا حصہ بنایا جائے، تاکہ بنیادی سماجی خدمات، ماحول، بچوں اور خواتین پر تیز افزائش آبادی کے اثرات کے بارے میں آگاہی بہتر ہو۔
- بچوں کے حقوق اور والدین، مقامی کمیونٹی اور حکومتی مشینری کی ذمہ داریوں کے بارے میں عوام کی آگاہی بڑھانے کے لئے ذرائع ابلاغ پر ایڈووکیسی مہم شروع کی جائے۔

ملک میں تیز افزائش آبادی کو روکنے کے لئے متعلقہ فریقوں نے ٹھوس اقدامات نہ کئے تو تعلیم اور صحت کے پست اشاریئے اسی طرح پاکستان کا مقدر رہیں گے۔

انسانی ترقی کے لئے افزائش آبادی کے مضمرات[1]

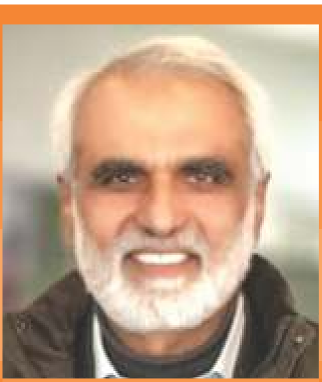

جی ایم عارف

سابق جوائنٹ ڈائریکٹر
پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس

افزائش آبادی[2]: صورتحال کا تجزیہ

مارچ سے مئی 2017 کے دوران دو مراحل میں انجام دی گئی چھٹی مردم شماری وخانہ شماری کے مطابق ملک کی کل آبادی 1998 میں کی گئی گزشتہ مردم شماری کے بعد سے 57 فیصد اضافے کے ساتھ 20 کروڑ 78 لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ 1998 سے 2017 تک مردم شماری کے ان دونوں ادوار کے درمیانی عرصہ کے دوران پاکستان کی آبادی میں اوسطاً 2.4 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا جو 1981 سے 1998 تک کی مردم شماری کے ادوار کے درمیانی عرصہ کی شرح 2.6 فیصد سے معمولی سا کم رہا۔ جنوبی ایشیا کے ساتھ ساتھ مسلم دنیا کے دیگر ملکوں کے ساتھ بھی موازنہ کریں تو افزائش آبادی کی شرح کے اعتبار سے پاکستان سب سے اوپر دکھائی دیتا ہے (جدول 1)۔

مردم شماری کے آخری دو ادوار کے درمیانی عرصہ میں پاکستان کی سالانہ شرح افزائش شہری علاقوں میں زیادہ یعنی 2.70 فیصد رہی جبکہ دیہی علاقوں میں یہ شرح 2.23 فیصد رہی جس سے شہری پھیلاؤ کی سطح میں

جدول 1: افزائش آبادی (سالانہ فیصد اضافہ)

ملک	سالانہ افزائش
پاکستان	2.0
بھارت	1.1
بنگلہ دیش	1.0
سری لنکا	1.1
ترکی	1.5
مصر	1.9
ملائشیا	1.4
ایران	1.1

ذریعہ: ورلڈ بینک انڈیکیٹرز ڈیٹا بیس

معمولی اضافہ ظاہر ہوتا ہے جو 1998 میں 32.5 فیصد تھا اور 2017 میں 36.4 فیصد تک پہنچ گیا[3]۔ تاہم کل آبادی میں شہری علاقوں کا حصہ مردم شماری میں استعمال کی گئی 'شہری' علاقے کی تعریف کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ 1981 کی مردم شماری کے وقت ایک انتظامی معیار یہ اپنایا گیا کہ تمام علاقے جو مردم شماری کے وقت میٹروپولیٹن کارپوریشن، میونسپل کمیٹیاں، ٹاؤن کمیٹیاں یا کنٹونمنٹ ہیں، انہیں شہری تصور کیا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں صرف وہ علاقے جنہیں صوبائی حکومتوں کی جانب سے 'شہری' قرار دیا جا چکا تھا، وہی 1981، 1998 اور 2017 میں ہونے والے مردم شماری کے تین ادوار کے دوران 'شہری' تصور کئے گئے۔ تاہم یہ تعریف غالباً حقیقت کی عکاسی نہیں کرتی۔ 1998 میں شہری پھیلاؤ کا تخمینہ 39 فیصد تھا جس میں شہری خصوصیات کے حامل دیہی علاقوں کو بھی 'شہری' تصور کیا گیا[4]۔ اگر شہری خصوصیات کے حامل بڑے دیہی علاقوں کو بھی 'شہری' تصور کیا جائے تو عین ممکن ہے شہری علاقوں (یا شہری پھیلاؤ) کا حصہ اس وقت کم از کم 45 فیصد کے لگ بھگ ہو۔

مردم شماری کے دو ادوار (1998-2017) کے درمیانی عرصہ میں اوسط افزائش آبادی مختلف صوبوں میں مختلف رہی۔ پنجاب میں یہ 2.1 فیصد، سندھ میں 2.4 فیصد، خیبر پختونخواہ میں 2.9 فیصد اور بلوچستان میں 3.4 فیصد ہے۔ افزائش کے اس فرق نے صوبوں کے درمیان آبادی کی تقسیم کو متاثر کیا۔ کل آبادی میں پنجاب کا حصہ 1989 میں 56 فیصد تھا جو 2017 میں کم ہو کر 53 فیصد رہ گیا جبکہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کا حصہ بڑھ گیا۔ 2017 کی مردم شماری میں سندھ کا 23 فیصد کا حصہ اپنی جگہ برقرار رہا۔ ملکی آبادی میں صوبوں کے حصوں میں یہ تبدیلی نہ صرف معاشی بلکہ سیاسی مضمرات بھی رکھتی ہے کیونکہ قومی وصوبائی اسمبلیوں اور قومی مالیاتی کمیشن (این ایف سی) ایوارڈ میں نشستوں کی تعداد کا تعین آبادی کے حجم کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

صوبوں میں افزائش آبادی کی شرح اور کل آبادی میں ان کے حصے ملک میں زیر بحث رہے ہیں۔ قدرتی اضافہ (پیدائش نفی اموات) اور نقل مکانی دو بڑے عوامل ہیں جو نہ صرف آبادی کے حجم بلکہ اس کی شرح افزائش پر بھی اپنا اثر دکھاتے ہیں۔

قدرتی اضافہ کے تعین کے لئے پیدائش اور اموات کے اعداد وشمار کی ضرورت پڑتی ہے۔ بدقسمتی سے 2017 کی مردم شماری میں پیدائش، اموات اور نقل مکانی کی معلومات جمع کرنے والا طویل فارم استعمال نہیں کیا گیا۔ آبادیاتی وصحت سروے پاکستان یا پی ڈی ایچ ایس 2017-18، جو مردم شماری 2017 کے کچھ عرصہ بعد ہی منعقد کیا گیا، نے کسی حد تک اس خلا کو دور کر دیا اور پیدائش (بارآوری کی شرح) اور نقل مکانی کے بارے میں نمائندہ اعداد وشمار فراہم کر دیئے لیکن اموات کے بارے میں اعداد وشمار محض بچوں تک ہی محدود ہیں[5]۔

کہا جاتا ہے کہ پی ڈی ایچ ایس 2017-18 سے حاصل ہونے والی معلومات بڑی حد تک مردم شماری 2017 کے نتائج کی تائید کرتی ہیں۔ پہلی مثال یہ ہے کہ پی ڈی ایچ ایس کے مطابق بارآوری کی کل شرح یا ٹی ایف آر میں معمولی سی کمی آئی جو 2012-13 میں فی خاتون 3.8 بچوں کی پیدائش تھی اور 2017-18 میں کم ہو کر فی خاتون 3.6 بچوں کی پیدائش پر آ گئی جبکہ مانع حمل طریقوں کے استعمال کی شرح یعنی سی پی آر اس

1 'انسانی ترقی' یا 'ہیومن ڈویلپمنٹ' کا ذکر یہاں اس سوچ کے طور پر کیا گیا ہے جس میں لوگوں، ان کے لئے موجود مواقع اور انتخاب کی راہوں کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے۔ اس کے تین بنیادی ستون یہ ہیں: (i) طویل صحت منداور تخلیقی زندگی بسر کرنا، (ii) باعلم ہونا، اور (iii) رہن سہن کا عمدہ معیار برقرار رکھنے کے لئے درکار وسائل پہنچ میں ہونا۔ انسانی ترقی کے ان بنیادی ستونوں کا تجزیہ اس تحریر میں صحت، تعلیم اور غربت کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ انسانی ترقی کے نقطہ نظر میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ترقی کے عمل سے لوگوں کے لئے کم از کم ایسا ماحول پیدا ہونا چاہئے جو ان کے اندر بھرپور استعداد پیدا کرے اور انہیں ثمر آور زندگیاں بسر کرنے کا معقول موقع فراہم کرے۔

2 اس تحریر میں استعمال کی گئی 'افزائش آبادی' (Population Growth) کی اصطلاح سے مراد ''مردم شماری کے دو ادوار کے درمیانی عرصہ میں پاکستان یا کسی صوبے کی آبادی میں اوسط سالانہ افزائش'' ہے۔ مردم شماری کے آخری دو ادوار کا درمیانی عرصہ یعنی 1998 تا 2017 اٹھارہ سال پر محیط ہے۔ اس تعریف کے تحت مردم شماری کے ان دونوں ادوار میں شمار کی گئی آبادی، اوسط سالانہ شرح افزائش کے تخمینہ کے لئے استعمال کی گئی ہے۔

3 حالیہ مردم شماری کے نتائج کی بنیاد پر، شماریات بیورو پاکستان، 2017۔

4 عارف، جی ایم (2003)۔ Urbanization in Pakistan; Trends, Growth and Evaluation of the 1998 Census, in Population of Pakistan: an Analysis of 1998 Population and Housing Census۔ مدیران، اے آر کمال، ایم عرفان اور این محمود، پی آئی ڈی ای/یو این ایف پی اے اسلام آباد۔

5 نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز اور آئی سی ایف (2019)۔ آبادیاتی وصحت سروے پاکستان، 2017-18۔ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز، اسلام آباد/ڈی ایچ ایس پروگرام، آئی سی ایف، میری لینڈ۔